



معاشرہ کی خرابیاں

اسباب اور علاج







مصنف

عبد المالک مصباحی ایم۔اے میسور

مکتبہ نعیمیہ دہلی

نذرانۂ عقیدت

ہمارے دین کی حقانیت کے دونوں شاہد ہیں معین الدین اجمیری محی الدین جیلانی

قطب ربانی، محبوب سبحانی غوث لاثانی

سیدنا شیخ عبد القادر محی الدین جیلانی

و

افضل الزاھدین، عمدۃ السالکین، سلطان العارفین

سیدنا حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رضی اللہ عنہما

کی بارگاہ کرم میں

جنکی ذات ـــــ مینارۂ رشد و ہدایت

جنکی شخصیت ـــــ سحاب کرم ـــ اور ـــ

جنکی عقیدت ـــــ دونوں جہان میں سعادت و نیک بختی،

عزت و عظمت اور کامیابی و کامرانی کی ضمانت ہے

پروردگار عالم میدانِ حشر میں انکی رفاقت اور نظرِ عنایت نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین

نیاز مند

محمد ہارون ابن حاجی عبد الغفار چھان والے

کمہاری۔ ناگور۔ راجستھان

فہرست مضامین

فہرست اصلاحی تجاویز

حرفِ آغاز

حضرت مولانا مقبول احمد مصباحی پرنسپل جامعہ حضرت نظام الدین اولیا دہلی

اسلام ایک آفاقی مذہب ہے۔ جس کا دستور اساسی قرآنِ کریم ہے۔ اور عملی تعبیر و تشریح سیرت رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس لئے پورے مسلم معاشرہ کی بنیادیں قرآن وسنت کے حقیقی تصور اور شعوری تعقل پر استوار ہوئی ہیں۔ حالات کے تغیر اور صدیوں کے انقلاب سے رونما ہونے والے واقعات وحادثات کو بھی انھیں کی کسوٹی پر پرکھا جائے گا۔ جو بھی تصورات و روایات یا اقدار وافکار قرآن و سنت کے آئینہ خانہ میں میلی شبیہ لیکر آئیں گے انھیں قبول نہ کیا جائے گا۔ علماء اسلام وفقہاء امت انھیں بیخ دین سے اکھاڑ پھینکیں گے۔

زیرِ نظر کتاب "معاشرہ کی خرابیاں، اسباب وعلاج"، اسی سلسلے کی ایک سنہری کڑی ہے جسمیں اسلامی معاشرہ میں دراندازی کرنے والے غیر اسلامی رسوم و روایات کا ناقدانہ انداز میں جائزہ لیا گیا ہے۔ فاضل مصنف نے روایتی انداز میں جارحانہ تنقید کی بجائے خرابیوں کے محرکات اسباب سے بحث کیا ہے اور قرآن وسنت کی روشنی میں صحیح حل بھی پیش کیا ہے۔ اسطرح یہ کتاب دو حصوں میں منقسم ہوگئی ہے۔ فاضل مصنف مولانا عبدالمالک مصباحی ملک کے نوجوان قلم کاروں میں اپنی الگ شناخت اور منفرد مقام رکھتے ہیں۔ ان کا قلم صحیح فکر وعقیدہ کا نمائندہ اور اصلاح وتعمیر کا علمبردار ہے۔ زیرِ نظر کتاب انکے وسعتِ مطالعہ، پختگی فکر اور جذبۂ دعوت وارشاد کی آئینہ دار ہے۔ عوام و خواص دونوں سے گزارش ہے کہ موصوف کی کتاب کو طاقوں اور الماریوں کی زینت بنانے کی بجائے اس سے درس عبرت لیں اور اپنے احوال کی اصلاح کریں۔ مولیٰ تعالیٰ فاضل مصنف اور جملہ معاونین کو دارین کی سعادتوں سے ہمکنار کرے اور اس کتاب کو انکی نجات اخروی کا ذریعہ بنائے۔

دعاگو :- مقبول احمد مصباحی

نگاہِ اوّلیں

بڑا مہیب ہے راہِ عمل کا سناٹا
فراز اب تو ارادہ کبھی آہنی ڈھونڈو

اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ انسان اپنے خود ساختہ قانون کی رنگینی و دلفریبی کے باوجود دنیا کو امن و سکون کا گہوارہ نہ بنا سکا بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ انسانی تناسب کے اعتبار سے مصائب و آلام اور حوادث و خطرات بھی روز بروز بڑھتے ہی چلے گئے انجام کار انسانیت پریشان ہو اٹھی کہ آخر کرے تو کیا؟ جائے تو کہاں؟ اور پناہ لے تو کس کے دامن میں؟

افکار و نظریات کے ہجوم میں در بدر ٹھوکریں کھانے کے بعد ان بیقرار روحوں کو اسلام کے دامنِ رحمت میں اطمینان و سکون میسّر آیا۔ اور اسی کی گرویدہ ہو کر رہ گئیں۔ مگر آج خود مسلم معاشرہ میں انتشار و بدنظمی اختلافات و تنازعات کی جڑیں اتنی مضبوط ہوگئی ہیں کہ قوم و ملّت کے ہادی اور دین و شریعت کے محافظ بھی آپسی رسہ کشی کے شکار ہو چکے ہیں۔ ایسی صورت میں عوام الناس کا کہنا ہی کیا۔

تاریخی روایات کی روشنی میں یہی وہ مقام ہے جو بڑی بڑی قوموں کی تباہی و بربادی کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے ــــ ان نازک ترین حالات میں نہ تو میرے پاس وہ نگاہ ہے جو زمانہ کی تقدیر بدل دے۔ اور نہ ہی وہ زباں جسے ہلاتے ہی طوفان بلاخیز اپنا رخ پھیر لے ــــ اپنی کم علمی، کم مائیگی و بے بضاعتی کے باوجود اپنے احساسات و مشاہدات کا جو کچھ سرمایہ تھا اسے ایک "آئینہ" کی شکل میں لے کر قوم کے روبرو حاضر ہو گیا۔ یہ ایک ایسا "آئینہ" ہے جس میں سماج کے ہر طبقہ اور ہر پہلو کو بڑی صفائی کے ساتھ دیکھا جا سکتا ہے ــــ یقیناً اسکے بعد یہ اندازہ لگانا مشکل نہ ہوگا کہ دردمند دل کی یہ وہ کراہیں ہیں جو صرف نمناک آنکھوں ہی سے پڑھی جا سکتی ہیں۔ اور عزم و حوصلہ

ہی سے ان کا تدارک کیا جا سکتا ہے۔

ان امور کو پیش کرنے میں میں کہاں تک کامیاب ہو سکا ہوں اس کا فیصلہ تو باریک بین قارئین پر ہے۔ مگر اہل نظر حضرات سے اتنی گذارش ضرور ہے کہ اپنے مفید مشوروں اور اصلاحی تنقید سے ضرور باخبر کریں تاکہ اگلا ایڈیشن اسکے تناظر میں ہو۔

بڑی ناانصافی ہوگی اگر ہمدرد قوم وملت عالی وقار عزت مآب جناب محمد ہارون صاحب ابن حاجی عبدالغفار صاحب چھان والے کا شکریہ ادا نہ کیا جائے۔ کیونکہ انھیں کے مالی تعاون سے یہ کتاب منظرِ عام پر آسکی ہے اور اس کارِ خیر کی مکمل رہبری ورہنمائی کا سہرا پیکر خلوص ومحبت فاضلِ جلیل حضرت علامہ مولانا سکندر علی صاحب صدر سیرت کمیٹی کمہاری ونباض وقت عالم باعمل حضرت علامہ مولانا الیاس احمد صاحب صدر المدرسین دار العلوم شمس العلوم کمہاری ناگور کے سر جاتا ہے۔ نیز قاری خوش الحان حافظ قرآن جناب سجاد حسین صاحب نعیمی مدرس دار العلوم غریب نواز، سبھاش پورہ بیکانیر کا بھی ممنون ہوں جنکی حوصلہ افزائی اس کتاب کی خشتِ اول ہے۔

میرے بال بال دعاگو ہیں کہ پروردگار عالم اپنے حبیب پاک صلے اللہ علیہ وسلم کے صدقے ان حضرات کے علم وعمل، صحت وتندرستی اور مال ودولت میں دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ اپنی بارگاہ لطف وعطا سے رحمت وانوار کی برسات فرمائے اور اس معمولی کاوش کو اس ناچیز کے ساتھ ساتھ جملہ معاونین ومخلصین نیز میرے والدین کریمین واہلِ خاندان کے لئے ذریعۂ نجات بنائے۔ آمین ثم آمین

بجاہِ سیّد المرسلین صلّی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہ اجمعین

عبدالمالک مصباحی ابن جناب محمد الیاس صاحب

ناظم اعلےٰ	۲۷ رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ	مقام بکھری۔ پوسٹ باجپٹی
دار العلوم غریب نواز	۴ جنوری ۲۰۰۰ء	ضلع سیتامڑھی
سبھاش پورہ۔ بیکانیر (راج)	بروز جمعۃ المبارکہ	بہار ۸۴۳۳۱۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام کی جامعیت

دیکھئے کیا مزہ ہے قدرت کے اس پیغام میں لَاۤ اِلٰہَ اور اِلَّا اللّٰہ میں نقطہ نہیں
ایک نقطے کی بھی گنجائش نہیں اسلام میں اب اضافہ غیر ممکن ہے محمد کی قسم

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور
وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ ط تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔ (کنزالایمان)

اسلام ایک مکمل دین اور کامل شریعت کا نام ہے جو اپنے ہمہ جہت دستور کی بنیاد پر دنیا کا سب سے اعلیٰ و بہترین مذہب ہے اور بھلا کیوں نہ ہو کہ یہی دین پروردگارِ عالم کا محبوب و پسندیدہ دین ہے۔ ارشادِ رب العزت ہے۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ بیشک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔ (کنزالایمان)

اسلام نے اپنے ہر ماننے والے کو اس کا جائز حق عطا کر کے اس کی قسمت کو اوجِ ثریا تک پہنچا دیا۔ اسلام دینِ فطرت کا نام ہے اپنے پیروکاروں کو فطری آزادی دے کر انھیں پھلنے پھولنے کا موقع عنایت کرتا ہے، انسانوں کو انسانیت کے زیور سے آراستہ و پیراستہ کر کے حیوانیت کا خاتمہ کرنا چاہتا ہے۔ اپنے گرد و پیش کی گندگیوں اور غلاظتوں کو ختم کر کے معاشرہ کو پاک و صاف رکھنا اور دیکھنا چاہتا ہے۔

اسلام کی وسعت و جامعیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ حیاتِ انسانی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں جس کے لئے اسلام میں مستقل ضابطہ موجود نہ ہو۔ بچّہ کی پیدائش سے لے کر قبر کی گود تک کے تمام اصول تفصیلی طور پر اسلام کے وسیع دامن میں موجود ہیں۔

معاشرہ کی پستی

مگر آج مسلم معاشرہ جن حالات سے دوچار ہے وہ حساس اور سمجھدار انسان پر واضح ہے۔ اس میں ایسی ایسی نامناسب

باتیں گھل مل گئیں ہیں کہ ایک بھولے بھالے انسان کے لئے صحیح اور غلط کے درمیان فرق پیدا کرنا مشکل ہوگیا ہے۔ اعمال سے لے کر عقائد تک پر حملے ہو رہے ہیں۔ اسلامی نشانیاں اس طرح مٹائی جارہی ہیں گویا ان کا وجود ہی نہیں۔ لوگ رفتار زمانہ کے ساتھ بہے چلے جارہے ہیں ساحل نجات کی کسی کو فکر نہیں بہت ہی کم لوگ راہِ نجات کے متلاشی نظر آتے ہیں۔ آخر ایسا کیوں؟ اس تباہی کی طرف بڑھتے ہوئے اقدام کے سدِ باب کا طریقہ کیا ہے؟

آخر وہ بھی تو مسلمان ہی تھے جن کے نام سے قیصر و کسریٰ کے محل لرزا کرتے تھے۔ وہ بھی تو فرزندانِ توحید ہی تھے جن کی عظمت و رفعت ایشیا، و یورپ میں پھیلی ہوئی تھی لیکن آج انھیں سورماؤں کے وارث انھیں کے نقشِ قدم پر چلنے کے دعویدار ذلت و خواری کی آخری حد کو پہنچ رہے ہیں۔ آخر اس کے اسباب کیا ہیں؟

پستی کے اسباب

فی الوقت مسلم معاشرہ میں جتنی برائیاں ہیں ان تمام کا احاطہ تو نہایت دشوار ہے مگر پھر بھی مختصر طور پر چند خرابیاں یہاں بیان کی جاتی ہیں جن سے مکمل اجتناب اصلاحِ معاشرہ کے لئے ضروری ہے۔

طوفانِ نوح لانے سے اے چشم فائدہ
دو اشک ہی بہت ہیں اگر کچھ اثر کرے

فرائض سے غفلت

ہر عاقل بالغ انسان پر کلمہ توحید پڑھ لینے کے بعد مندرجہ ذیل چیزیں فرض ہو جاتی ہیں۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج،

مگر آج کتنے ایسے مسلمان ہیں جو ان امور کے سختی سے پابند ہیں؟

نماز۔ جو ایمان کے بعد سب سے اہم اور بنیادی فرض ہے اس کے باوجود بھی ۵ فیصد لوگ بھی پابندی سے نماز نہیں پڑھتے۔

روزہ۔ جو سال میں صرف ایک مرتبہ ایک ماہ کے لئے خیر و برکت کا انبار لے کر آتا ہے مگر مسلمانوں کی کم نصیبی کا عالم یہ ہے کہ اس کا بھی ادب و احترام نہیں بجا لاتے۔

زکوٰۃ۔ جس کے دامن میں اہلِ اسلام کے لئے رحمت ہی رحمت اور برکت ہی برکت ہے یہ اور بات ہے کہ اس کی فرضیت صرف ان لوگوں کے ساتھ خاص ہے جو اہلِ ثروت

ہیں۔ زکوٰۃ نکالنے میں اسلام کی جو حکمتیں ہیں اس نے دنیا کے بڑے بڑے فلاسفر اور ریفارمر کو حیران و ششدر کر دیا ہے۔ ڈھائی فیصد کے حساب سے اس کی جو حد مقرر کی گئی ہے اگر سرمایہ دار طبقہ صحیح ڈھنگ سے خوفِ خدا دل میں بٹھا کر اسے نکالے اور مستحقین تک پہنچانے کی کوشش کرے تو نہ تو کوئی مسلم ملک بھوک مری کا شکار ہو اور نہ ہی دنیا کے کسی گوشے کا مسلمان فاقہ کشی پر مجبور ہو۔ اس نظام کے صحیح رواج سے خوشحالی اور فراخی کی ایسی لہر چل سکتی ہے جو دوسروں کو اسلام کے دامن میں پناہ لینے پر مائل و مجبور کر دے گی۔ مگر.... اے کاش۔

حج۔ اسلامی اخوت و مساوات کا وہ نادر نمونہ ہے جو اپنے جلووں میں بے شمار حکمتیں رکھتا ہے، یہ بھی اصحابِ استطاعت اور اہلِ ثروت کے ساتھ مختص ہے۔ دیگر فرائض کی طرح مسلمانوں کی بے اعتنائی اس کے ساتھ بھی کچھ کم نہیں۔ طرفہ یہ کہ لوگوں کا مزاج کچھ اس طرح بن گیا ہے کہ خواہ مخواہ کی دنیاوی ذمہ داریوں سے فراغت کے بعد حج کا ارادہ کرتے ہیں جبکہ اس وقت طاقت و قوت کا سارا خزانہ لٹ چکا ہوتا ہے۔ عصا، پیری ان کا مونس و رفیق بن جاتا ہے، آنکھوں کی بینائی الوداع کہنے کو تیار ہو جاتی ہے۔ جسم کے تمام اعضاء جواب دینے لگتے ہیں اور قبر کی تاریک کوٹھری کا روح فرسا منظر نگاہوں کے سامنے گردش کرنے لگتا ہے۔ یہ نظریہ سراسر غلط اور روحِ حج کے منافی ہے۔ زائرینِ حج کو اس پر ٹھنڈے دل سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔

ان حالات کے تناظر میں یہ کہنا بالکل درست ہے کہ آج کل مسلم معاشرہ کی تباہی و بربادی کی سب سے اہم اور بنیادی وجہ مسلمانوں کا احکامِ خداوندی سے منہ موڑ لینا ہے۔ مسلمانوں کا وہ سب سے قیمتی ہتھیار جس سے دنیا والے لرزہ براندام ہو جایا کرتے تھے۔ نصرتِ الٰہی پشت پناہی کیا کرتی تھی، عزت و عظمت گداگری کیا کرتی تھی۔ آج مسلمانوں نے اس سے مسلح ہونا چھوڑ دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ رحمتِ خداوندی روٹھ گئی اور نصرتِ الٰہی نے اپنا چہرہ پھیر لیا۔ جب مسلمانوں کی عملی و فکری پسماندگی یہاں تک پہنچ گئی تو پھر بھلا چین و سکون اور راحت و اطمینان کہاں سے میسر ہو سکتا ہے۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
آج ہم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

باتیں گھل مل گئیں ہیں کہ ایک بھولے بھالے انسان کے لئے صحیح اور غلط کے درمیان فرق پیدا کرنا مشکل ہوگیا ہے۔ اعمال سے لے کر عقائد تک پر حملے ہو رہے ہیں۔ اسلامی نشانیاں اس طرح مٹائی جارہی ہیں گویا ان کا وجود ہی نہیں۔ لوگ رفتار زمانہ کے ساتھ بہے چلے جارہے ہیں ساحل نجات کی کسی کو فکر نہیں بہت ہی کم لوگ راہِ نجات کے متلاشی نظر آتے ہیں۔ آخر ایسا کیوں؟ اس تباہی کی طرف بڑھتے ہوئے اقدام کے سدِ باب کا طریقہ کیا ہے؟

آخر وہ بھی تو مسلمان ہی تھے جن کے نام سے قیصر و کسریٰ کے محل لرزا کرتے تھے۔ وہ بھی تو فرزندانِ توحید ہی تھے جن کی عظمت و رفعت ایشیا، و یورپ میں پھیلی ہوئی تھی لیکن آج انھیں سورماؤں کے وارث انھیں کے نقشِ قدم پر چلنے کے دعویدار ذلت و خواری کی آخری حد کو پہنچ رہے ہیں۔ آخر اس کے اسباب کیا ہیں؟

پستی کے اسباب

فی الوقت مسلم معاشرہ میں جتنی برائیاں ہیں ان تمام کا احاطہ تو نہایت دشوار ہے مگر پھر بھی مختصر طور پر چند خرابیاں یہاں بیان کی جاتی ہیں جن سے مکمل اجتناب اصلاحِ معاشرہ کے لئے ضروری ہے۔

طوفانِ نوح لانے سے اے چشم فائدہ
دو اشک ہی بہت ہیں اگر کچھ اثر کرے

فرائض سے غفلت

ہر عاقل بالغ انسان پر کلمہ توحید پڑھ لینے کے بعد مندرجہ ذیل چیزیں فرض ہوجاتی ہیں۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج،

مگر آج کتنے ایسے مسلمان ہیں جو ان امور کے سختی سے پابند ہیں؟

نماز۔ جو ایمان کے بعد سب سے اہم اور بنیادی فرض ہے اس کے باوجود بھی ۵ رفیصد لوگ بھی پابندی سے نماز نہیں پڑھتے۔

روزہ۔ جو سال میں صرف ایک مرتبہ ایک ماہ کے لئے خیر و برکت کا انبار لے کر آتا ہے مگر مسلمانوں کی کم نصیبی کا عالم یہ ہے کہ اس کا بھی ادب و احترام نہیں بجالاتے۔

زکوٰۃ۔ جس کے دامن میں اہلِ اسلام کے لئے رحمت ہی رحمت اور برکت ہی برکت ہے یہ اور بات ہے کہ اس کی فرضیت صرف ان لوگوں کے ساتھ خاص ہے جو اہلِ ثروت

ہیں۔ زکوٰۃ نکالنے میں اسلام کی جو حکمتیں ہیں اس نے دنیا کے بڑے بڑے فلاسفر اور ریفارمر کو حیران و ششدر کر دیا ہے۔ ڈھائی فیصد کے حساب سے اس کی جو حد مقرر کی گئی ہے اگر سرمایہ دار طریقہ صحیح ڈھنگ سے خوفِ خدا دل میں بٹھا کر اسے نکالے اور مستحقین تک پہنچانے کی کوشش کرے تو نہ تو کوئی مسلم ملک بھوک مری کا شکار ہو اور نہ ہی دنیا کے کسی گوشے کا مسلمان فاقہ کشی پر مجبور ہو۔ اس نظام کے صحیح رواج سے خوشحالی اور فراخی کی ایسی لہر چل سکتی ہے جو دوسروں کو اسلام کے دامن میں پناہ لینے پر مائل و مجبور کر دے گی۔ مگر .... اے کاش۔

حج۔ اسلامی اخوت و مساوات کا وہ نادر نمونہ ہے جو اپنے جلووں میں بے شمار حکمتیں رکھتا ہے۔ یہ بھی اصحابِ استطاعت اور اہلِ ثروت کے ساتھ مختص ہے۔ دیگر فرائض کی طرح مسلمانوں کی بے اعتنائی اس کے ساتھ بھی کچھ کم نہیں۔ طرفہ یہ کہ لوگوں کا مزاج کچھ اس طرح بن گیا ہے کہ خواہ مخواہ کی دنیاوی ذمہ داریوں سے فراغت کے بعد حج کا ارادہ کرتے ہیں جبکہ اس وقت طاقت و قوت کا سارا خزانہ لٹ چکا ہوتا ہے۔ عصا پیری ان کا مونس و رفیق بن جاتا ہے۔ آنکھوں کی بینائی الوداع کہنے کو تیار ہو جاتی ہے۔ جسم کے تمام اعضاء جواب دینے لگتے ہیں اور قبر کی تاریک کوٹھری کا روح فرسا منظر نگاہوں کے سامنے گردش کرنے لگتا ہے۔ یہ نظریہ سراسر غلط اور روحِ حج کے منافی ہے۔ زائرینِ حج کو اس پر ٹھنڈے دل سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔

ان حالات کے تناظر میں یہ کہنا بالکل درست ہے کہ آج کل مسلم معاشرہ کی تباہی و بربادی کی سب سے اہم اور بنیادی وجہ مسلمانوں کا احکامِ خداوندی سے منہ موڑ لینا ہے۔ مسلمانوں کا وہ سب سے قیمتی ہتھیار جس سے دنیا والے لرزہ براندام ہو جایا کرتے تھے۔ نصرتِ الٰہی پشت پناہی کیا کرتی تھی، عزت و عظمت گداگری کیا کرتی تھی۔ آج مسلمانوں نے اس سے مسلح ہونا چھوڑ دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ رحمتِ خداوندی روٹھ گئی اور نصرتِ الٰہی نے اپنا چہرہ پھیر لیا۔ جب مسلمانوں کی عملی و فکری پسماندگی یہاں تک پہنچ گئی تو پھر بھلا چین و سکون اور راحت و اطمینان کہاں سے میسر ہو سکتا ہے۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
آج ہم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

اخلاقی زوال

اسلام کی روشن تاریخ اخلاقِ حسنہ کی تعلیمات سے بھری ہوئی ہے مگر آج مسلم معاشرہ کس طرح سے اخلاقی زوال کا شکار ہے ذیل میں اس کا ایک سرسری جائزہ ملاحظہ کریں۔

جھوٹ اور وعدہ خلافی

آج کل جھوٹ فن اور ہنر کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے نیز زمانہ کا مزاج کچھ اس انداز کا بن گیا ہے کہ جھوٹ بولنے والے کو عقلمند اور چالاک خیال کیا جاتا ہے۔ حالانکہ پروردگارِ عالم کا ارشاد ہے۔

فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْن تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِذَا کَذَبَ الْعَبْدُ تَبَاعَدَ عَنْہُ الْمَلَکُ مِیْلًا مِنْ نَتَنِ مَاجَاءَ بِہٖ جب کوئی بندہ جھوٹ بولتا ہے تو اس کی بدبو سے فرشتے ایک میل دور بھاگ جاتے ہیں۔

اَلْکِذْبُ مِفْتَاحُ الذُّنُوْبِ جھوٹ گناہوں کی کنجی ہے۔

حدیث کی کتابوں میں ایک صحابی رسول کا واقعہ مذکور ہے جس کا مفہوم کچھ اس طرح ہے۔

"ایک صحابی بارگاہِ رسول میں حاضر ہوتے عرض کیا یا رسول اللہ! میں جھوٹ بولتا ہوں، چوری کرتا ہوں اور بھی دوسرے گناہ کے کام کرتا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ ان میں سے صرف ایک چھوڑ دوں۔ آپ فرمائیں میں کسے چھوڑوں؟ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جھوٹ چھوڑ دو۔ یہ سنکر صحابی بارگاہِ رسول سے رخصت ہو گئے۔ کچھ دنوں بعد جب دوبارہ حاضر ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، میں نے تمام گناہ چھوڑ دیئے۔

پتہ چلا کہ گناہوں کے درمیان جھوٹ کا ایک اہم مقام ہے۔ یہ ایک گناہ بہت سارے گناہوں کا دروازہ کھولتا ہے۔

یہی حال وعدہ خلافی کا ہے اس دور میں وعدہ خلافی کا استعمال بطور فیشن کیا جاتا ہے جبکہ شرعی نقطۂ نظر سے وعدہ خلافی منافقت کی علامت ہے نیز سماجی طور پر اس سے جو مشکلات پیش آتی ہیں آئے دن ان سے سابقہ پڑتا رہتا ہے اور کبھی کبھی تو اس کی وجہ سے انسان کو اتنا زبردست نقصان اٹھانا پڑتا ہے جس کی تلافی ممکن نہیں ہو پاتی۔ وعدہ خلافی سے انسان کا وقار مجروح اور اعتماد اٹھ جاتا ہے۔ اب ظاہر سی بات ہے اگر پورا کا پورا معاشرہ ہی اس بدعملی کا شکار ہو جائے تو پھر بھلا اس معاشرہ کے پنپنے کی توقع کہاں کی جا سکتی ہے؟

حسد و کینہ اور بغض و عداوت

ان سب چیزوں سے آپسی اتحاد و اتفاق کی بنیان مرصوص میں شگاف پڑتی ہے۔ اسلام نے حسد و کینہ اور بغض و عداوت کو خاکستر کر کے آپس میں شیر و شکر اور اتحاد و یکجہتی کے ساتھ رہنے کی ترغیب دی ہے۔ مذکورہ امور کی مذمت کرتے ہوئے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تقاطعوا ولا تدابروا ولا تباغضوا ولا تحاسدوا وکونوا عباد اللہ اخوانا ولا یحل للمسلم ان یھجر اخاہ فوق ثلاث	حضرت انس فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ ملاقاتیں نہ ختم کرو، بیٹھ پیچھے برا نہ کہو، آپس میں بغض نہ رکھو حسد نہ کرو، اللہ کے خالص بندے بن جاؤ اور کسی مسلمان کیلئے یہ جائز نہیں کہ تین دن سے زائد اپنے بھائی سے ملاقات چھوڑ دے۔
ان الشیطان قد ایس ان یعبدہ المصلون ولکن فی التحریش بینھم	شیطان اس سے مایوس ہوگیا ہے کہ نمازی اسے پوجیں مگر یہ کہ ان میں لڑائی جھگڑا ڈالے۔

اس کے برعکس اتحاد و اتفاق، خوش اخلاقی، نرم گوئی، خوش گفتاری، بر و صلہ رحمی اور حسنِ اخلاق کی فراوانی اور محبت و عقیدت کی جلوہ سامانی پر تعریف و توصیف کی گئی ہے ازانجملہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

قیامت کے دن بندۂ مومن کے ترازو میں اخلاقِ حسنہ سے بھاری کوئی چیز نہیں

بیشک اللہ تعالیٰ بے حیا بدگو کو دشمن رکھتا ہے۔ میزان میں حسن خلق سے زیادہ بھاری کوئی چیز نہیں۔ اللہ تعالیٰ اخلاقِ حسنہ والے کو صاحب نماز و روزہ کے رتبہ کو پہنچائے گا۔

غرور گھمنڈ اور تکبر وخود بینی

صالح معاشرہ کی پراگندگی میں کبر و نخوت اور غرور و تکبر کا بھی بڑا ہاتھ ہے۔ نیکی کو ملیامیٹ کرکے برائی پھیلانے میں اس شیطانی حرکت کا بھی بڑا دخل ہے۔ تکبر انسان کو بھلائی سے دور کرکے گناہوں میں ملوث کر دیتا ہے۔ اس لئے قرآن و حدیث میں اسکی بھی بہت سخت مذمت کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا۔ — یہ آخرت کا گھر ہم ان کیلئے تیار کرتے ہیں جو زمین میں تکبر نہیں چاہتے اور نہ فساد۔

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ — اور میں اپنی آیتوں سے انھیں پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق اپنی بڑائی چاہتے ہیں۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

لایدخل الجنۃ من کان فی قلبہ مثقال حبۃ من خردلٍ من کبر ولایدخل النار من کان فی قلبہ مثقال حبۃ من ایمان — جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی گھمنڈ ہو وہ جنت میں داخل نہ ہوگا اور جس کے دل میں دانہ برابر بھی ایمان ہو وہ جہنم میں داخل نہ ہوگا۔

نیز آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو تکبر کی وجہ سے اپنا کپڑا گھسیٹتے ہوئے چلتا ہے اللہ تعالیٰ اسکی طرف نظرِ رحمت نہیں فرمائے گا۔

غرور و تکبر کی شناعت و قباحت اس سے بھی ظاہر ہے کہ جب اس کا بھوت کسی انسانی دماغ پر قابض ہو جاتا ہے تو وہ انا ربکم الاعلیٰ کا دعویٰ کرکے ہمیشہ ہمیش کے لئے جہنم کا کندہ بنا دیا جاتا ہے۔ یہ تکبر و گھمنڈ ہی کا نتیجہ تھا کہ عزازیل ہمیشہ کے لئے ملعون و مردود بارگاہ ہوا۔

تکبر عزازیل را کا خوار کرد　　بزندان لعنت گرفتار کرد

تکبر وخود بینی انسان کو اوجِ ثریا سے اسفل السافلین
کے برعکس عاجزی وانکساری اور تواضع وخاکساری انسان کو
بامِ عروج پر پہنچا دیتی ہے۔ اسلئے ضرورت ہے اس بات کی کہ انسان ان
سکنات سے پرہیز کرے اور دارین کی سعادت حاصل کرے۔

غیبت چغلخوری اور بدگوئی

ہمارے معاشرہ میں غیبت، بدگوئی اور چغلخوری بھی ایک محبوب مشغلہ بن گیا ہے۔ جہاں دو چار افراد اکٹھا ہوتے کہ بس ایک دوسرے کی برائی شروع ہوگئی اور ذرہ برابر احساس نہیں ہوتا کہ زبان کی اس برق رفتاری اور شعلہ افشانی پر کوئی باز پرس بھی کرنے والا ہے یا نہیں!
غیبت کی مذمت کرتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ۔

اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔ کیا تم میں کوئی پسند رکھے گا کہ اپنے مرے بھائی کا گوشت کھائے تو یہ تمہیں گوارہ نہ ہوگا۔

ارشادِ نبوی ہے۔

عن ابی هريرة قال قيل يارسول الله ما الغيبة قال ذكرك اخاك مايكره ارايت ان كان فيه ما اقول قال ان كان فيه ماتقول فقد اغتبته وان لم يكن فيه ماتقول فقد بهته

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ غیبت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا تیرا اپنے بھائی کا اسطرح ذکر کرنا جسے وہ ناپسند کرتا ہے۔ اچھا یارسول اللہ آپ اسکا حکم فرمائیں کہ اگر وہ باتیں اسکے اندر ہوں جو میں کہہ رہا ہوں آپ نے فرمایا اگر تم وہی کہہ رہے ہو جو اسکے اندر ہے تب ہی تو تم غیبت کرنیوالے ہو اور اگر اسکے اندر نہ ہو تب تو تم بہتان لگانے والے ہو۔

نیز آپ نے فرمایا:۔
اپنے آپ کو غیبت سے بچاؤ کیونکہ غیبت زنا سے بدتر ہے۔ کیونکہ زانی گناہ کے بعد توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ قبول کرلیتا ہے مگر غیبت کا گناہ اس وقت تک معاف نہیں ہوتا جبتک

کہ جسکی غیبت کی جائے وہ معاف نہ کردے۔ آپ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ اپنے آپ کو غیبت سے بچاؤ کیونکہ اس میں تین مصیبتیں ہیں۔ غیبت کرنے والے کی دعا قبول نہیں ہوتی اسکی نیکیاں نامقبول ہوتی ہیں اور اس پر گناہوں کی یورش ہوتی ہے۔

چغلخور جو ادھر کی بات ادھر اور ادھر کی بات ادھر بیان کرتا ہے نمک مرچ لگا کر اس کی شکایت اس کے اور اسکی اس کے پاس کیا کرتا ہے جس سے آپس میں نااتفاقی، ناچاقی، بدگمانی، تفرقہ، خلفشار، انتشار اور عداوت و دشمنی پیدا ہوتی ہے، کبھی کبھی چھوٹی چھوٹی بات غم و غصہ کا آتش فشاں پہاڑ بن جاتی ہے جسکی لپیٹ میں آکر نہ جانے کتنے لوگ خاکستر ہو جاتے ہیں۔ معاشرہ قتل و خونریزی کا اڈہ بن جاتا ہے۔ ہنستا کھیلتا ماحول کرب و الم اور درد و کسک کے ماحول میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ غرضیکہ اس قبیح حرکت سے چشم زدن میں معاشرہ کا رنگ بدل جاتا ہے اسی لئے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کے لئے بہت سخت وعید سنائی ہے۔

قال حذیفة سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لا یدخل الجنة قتات۔

حضرت حذیفہ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ چغلخور جنت میں نہ داخل ہوگا۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں قیامت کے دن بدترین آدمی دو چہروں والا چغلخور ہوگا جو آپکے پاس اور چہرہ لیکر آتا ہے۔ دوسرے کے پاس اور چہرہ لیکر جاتا ہے اور فرمایا جو دنیا میں چغلخوری کرتا ہے قیامت کے دن اس کے منہ سے آگ کی دو زبانیں نظر آئیں گی۔

آج کل کچھ لوگ اپنے دشمن کی عداوت میں اتنے اندھے ہو جاتے ہیں کہ اٹھتے بیٹھتے اسکی بدگوئی کرتے پھرتے ہیں، یہ بات انسانیت اور شرافت سے گری ہوئی ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

ما کان الفحش فی شئ الا شانه وما کان الحیاء فی شئ الا زانه

جس چیز میں برائی ہو وہ اسے بری بنا دیتی اور جس چیز میں حیاء ہو وہ اس میں زینت بخش دیتی ہے۔

ان آیاتِ قرآنیہ اور احادیث مبارکہ کے پیشِ نظر ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان اپنے اندر سے ان نامشروع اور ناپسندیدہ خصلتوں کو دور کریں کیونکہ ان عادات سے جہاں رب تبارک و تعالیٰ کی ناراضی اور رسول گرامی وقار صلے اللہ علیہ وسلم کی بیزاری کا طوق گلے میں پڑتا ہے وہیں لوگوں کے درمیان ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لہٰذا ایک پُر اعتماد اور باوقار زندگی گزارنے کے لئے ان نازیبا حرکتوں سے بچنا لازمی اور ضروری ہے۔

شراب نوشی اور جوا بازی

شراب نوشی اور جوا بازی جیسی لعنتیں بھی مسلمانوں کے اندر اتنی عروج پا گئی ہیں کہ شیطان بھی انگشت بدنداں ہے مگر ایک نام نہاد مسلمان ہے کہ جام پہ جام چڑھا کر مست و بے خود ہے شاید کہ اسے پتہ نہیں کہ اس کا رب کیا فرما رہا ہے؟

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔

اے ایمان والو، شراب اور جوا اور بت اور پانسے ناپاک ہی ہیں شیطانی کام تو ان سے بچتے رہنا کہ تم فلاح پاؤ۔

إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ۔

شیطان یہی چاہتا ہے کہ تم میں بیر اور دشمنی ڈلوا دے شراب اور جوئے میں اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روکے تو کیا تم باز آئے۔

مزید ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔

قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ

آپ فرما دو کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے

کیا قرآن کا یہ فرمان حرف بحرف صادق نہیں آتا۔ ہمارے سامنے بہت ساری

ایسی مثالیں ہیں جن سے قرآن کریم کے فرمان کی مکمل تصدیق ہوتی ہے۔ بہت سارے ایسے گہرے دوست دیکھنے میں آئے جوان بری حرکتوں میں گرفتار ہونے سے پہلے ایک دوسرے پر جان قربان کرنے کو تیار رہا کرتے تھے مگر جب ان چیزوں کے عادی بن گئے تو وہی ایک دوسرے کے جانی دشمن بن گئے اور بعض بعض وقت تو معاملہ قتل و خونریزی تک پہنچ گیا۔ یہ سب کس کا خمیازہ ہے؟ قرآن کے مقدس قوانین کی پامالی کا۔ مگر ایک مسلمان ہے کہ احساس سے بالکل عاری ہو گیا ہے اور شیطانی کاموں میں سرتاپا ڈوبا ہوا ہے۔ یہ قرآن حکیم سے عملی بغاوت نہیں تو اور کیا ہے۔

اگر اب بھی جذبۂ ایمانی میں حرارت نہ پیدا ہوئی ہو تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد دیکھئے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من شرب الخمر لم تقبل له صلوٰة اربعين صباحًا فان تاب تاب الله عليه، فان عاد لم يقبل الله له صلواة اربعين صباحًا فان تاب تاب الله عليه فان عاد لم يقبل الله له صلوٰة اربعين صباحًا فان تاب تاب الله عليه فان عاد الرابعة لم يقبل الله له صلوٰة اربعين صباحًا فان تاب لم يتب الله عليه، وسقاه من نهر الخبال (ترمذی)

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، شراب پینے والے کی چالیس دنوں کی نماز قبول نہیں کی جاتی پھر اگر وہ توبہ کرے تو اللہ توبہ قبول کرلیتا ہے، پھر اگر وہ دوبارہ پی لے تو اللہ تعالیٰ چالیس دنوں کی نماز قبول نہیں کرتا پھر اگر وہ توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرلیتا ہے پھر اگر وہ اعادہ کرے تو اللہ تعالیٰ چالیس دنوں کی نماز قبول نہیں کرتا پھر اگر وہ توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسکی توبہ قبول کرلیتا ہے پھر اگر وہ چوتھی مرتبہ اعادہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ چالیس دنوں کی نماز قبول نہیں کرتا پھر اگر وہ توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکی توبہ قبول نہیں کرتا اور اسے نہر خبال سے پلائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا کہ نہر خبال دوزخیوں کے پیپ کی نہر ہے اسی سے شرابیوں کو پلایا جائے گا۔

اللہ اکبر! اتنی شدید وعید اور مسلمانوں کا اس کثرت اور دلچسپی سے اسے استعمال کرنا! یہ کتنی حیرت اور دکھ کی بات ہے۔ اتنی جاں گسل تنبیہ کے بعد بھی مسلمان اگر اسے نہ ترک کرے اور ہمیشہ ہمیش کیلئے اس سے دستبردار نہ ہو جائے تو اس کا نتیجہ سوائے تباہی و بربادی کے اور کیا ہو سکتا ہے؟ آج کتنے ہنستے مسکراتے گھرانے شراب کی لعنت سے اجڑ چکے ہیں، عزت و عظمت پامال ہو گئی۔ اور دولت و ثروت ختم ہو گئی۔ ایسے مسلمانوں کی سوچ و فکر کا دیوالیہ ہی تو کہیں گے اس کے علاوہ اور کیا ہے؟

ذرا اسلام کی دور رس نگاہیں تو دیکھو اس میں کیا کیا حکمتیں پنہاں ہیں۔ خوش و خرم زندگی کے کتنے اسرار مضمر ہیں۔ مگر مسلمان ہے جو اسلام کے زریں اصول کو پسِ پشت ڈال کر ہلاکت و تباہی کو گلے لگا رہا ہے۔ مسلمانو آنکھیں کھولو اور اسلام کی حیات آفریں تعلیمات سے اپنی زندگی میں چار چاند لگاؤ۔

غلط روی سے منازل کا بُعد بڑھتا ہے
مسافرو روشِ کارواں بدل ڈالو

آج کل مسلمانوں کے دم قدم سے جوئے کے اڈے بھی آباد ہو رہے ہیں حالانکہ اس ناجائز طریقے سے مال حاصل کرنا سراسر حرام ہے۔ معاشی ترقی اور اخروی نجات کیلئے ان خرافات سے بچنا لازمی و ضروری ہے۔

حرام روزی

اے طائرِ لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

حلال کمانا اور حلال کھانا روحانیت کے فروغ کا سرچشمہ ہے، اس کے برعکس حرام روزی انسان کو ہزاروں بلاؤں اور مصیبتوں میں گرفتار کرتی ہے، یہی وجہ ہے کہ شریعتِ اسلامیہ نے سختی سے اس سے منع کیا ہے۔ حرام مال سے صدقہ و خیرات غرضیکہ کوئی بھی نیک کام بارگاہِ خداوندی میں مقبول نہیں۔ نیز مالِ حرام سے قلب میں سیاہی اور خدا سے بے خوفی پیدا ہوتی ہے۔

جھوٹ، فریب، مکاری، جعلسازی، رشوت، لاٹری، چوری، ڈکیتی، حق تلفی حرام مال حاصل کرنے کے مشہور طریقے ہیں۔ ان میں کا ہر ایک طریقہ معاشرہ کا صحیح و سالم ڈھانچہ تباہ و برباد کرنے کیلئے کافی ہے چہ جائے کہ یہ سارے ایک ساتھ ہی کسی معاشرہ میں پائے جانے لگے ہوں۔ آج ان میں کا کون سا ایسا طریقہ ہے جو مسلم معاشرہ میں کثرت سے رائج نہیں پھر بھلا امن وسکون کا سایہ کہاں پڑ سکتا ہے۔

انسان غفلت کا شکار ہے۔ اسے یہ احساس نہیں کہ حرام مال کی یہ چکا چوند صرف چند روزہ ہے اس کے بعد پھر اسے دردناک عذاب ہی سے سابقہ پڑے گا۔

یہ بالکل عام مشاہدہ ہے کہ اگر انسان حرام روزی سے اپنا پیٹ بھرتا ہے، بال بچوں کی پرورش کرتا ہے تو دنیا ہی میں اسے اس کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔ ناگہانی حادثات کا شکار ہونا، مہلک امراض کا شکار ہونا، بچوں کا بے ادب اور گستاخ ہونا وغیرہ وغیرہ بالکل عام سی بات ہوگئی ہے۔ اس کے باوجود بھی حرام روزی سے نہ بچنا کتنے افسوس کی بات ہے۔

سود اور رشوت خوری

یہ ایسی چیزیں ہیں جو اسلامی شریعت میں بالکل حرام ہیں مگر اس کے باوجود بھی مسلم معاشرہ میں یہ لعنتیں زور پکڑتی جارہی ہیں۔ جبکہ یہ بات تجربہ سے ثابت ہے کہ حرام مال انسان کو کم ہمت اور بزدل بنا دیتا ہے ـــ انسان انھیں حرام روپیوں سے اپنے بچوں کی پرورش کرتا ہے۔ کیا ایسی صورت میں یہ امید کی جاسکتی ہے کہ ایسے بچے اسلام کے علمبردار قوم کے محافظ اور ملّت کے سپاہی بنیں گے؟

قرآن پاک اور احادیثِ مبارکہ میں ان چیزوں کی بہت سخت مذمّت کی گئی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا۝ اللہ نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا سود۔

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ۝ اللہ ہلاک کرتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو باقی

مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ

رہ گیا ہے سود. اگر مسلمان ہو۔ پھر اگر ایسا نہ کرو تو یقین کرلو اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کا۔ (کنزالایمان)

تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِي الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

اور ان میں تم بہتوں کو دیکھو گے کہ گناہ اور زیادتی اور حرام خوری پر دوڑتے ہیں بیشک بہت ہی بُرے کام کرتے ہیں۔ (کنزالایمان)

رسولِ گرامی وقار صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان مقدس ہے۔

اَلرِّبٰوا ثَلٰثٌ وَّسَبْعُوْنَ حُوْبًا اَدْنَاهُنَّ اَنْ يَّقَعَ الرَّجُلُ عَلٰى اُمِّهٖ (ترمذی)

سود کھانا بہتر گناہوں کا مجموعہ ہے ان میں سب سے ہلکا گناہ ایسا ہے جیسے آدمی اپنی ماں سے زنا کرے۔

لعن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم اٰكل الرِّبٰوا وَمُؤْكِلَهٗ وَشَاهِدَيْهِ وَكَاتِبَهٗ۔ (ترمذی)

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے سود لینے والے سود دینے والے اس کے گواہ اور اس کے کاتب پر لعنت کی ہے۔

ان کے علاوہ بھی بہت سی آیات مبارکہ واحادیث طیبہ ایسی ہیں جن میں سود اور رشوت کی بہت سخت مذمت کی گئی ہے۔ آج مسلم معاشرہ غربت وافلاس کے جس دلدل میں پھنسا ہے اس میں ان دونوں چیزوں کو بھی خاص اہمیت حاصل ہے بھلا اسے کون جھٹلا سکتا ہے کہ آج سیاست سے لیکر معاشرت تک جو بے چینی اور بدامنی پھیلی ہوئی ہے اس میں رشوت ستانی کا کردار بڑا اہم ہے ۔ آج سماج کا کون ایسا فرد ہے جو یہ نہیں جانتا کہ ارباب اقتدار غریبوں کے خون سے اپنی فلک بوس عمارتوں پر رنگ و روغن چڑھا رہے ہیں ۔ کسی بھی کام کے لئے بغیر رشوت ایک قدم بڑھانا ناممکن سا ہو گیا ہے۔ بھلا ایسی صورت میں معاشرہ کیسے پُرسکون رہ سکتا ہے۔

لاٹری

لاٹری کھیلنے کا مرض اس وقت بڑی تیزی سے شہر شہر اور قصبہ قصبہ پھیلتا چلا جا رہا ہے۔ ایک ناجائز اور موہوم امید پر لوگ جس طرح سے اپنی محنت کی کمائی اس میں لگا دیتے ہیں اس پر افسوس بھی ہوتا ہے اور حیرت بھی۔ چند عقلمندوں نے

لوگوں کو بیوقوف بنا کر بیٹھے بٹھائے روپیہ بٹورنے کا ایک طریقہ نکالا اور لوگ آسانی سے ان کے جال میں پھنستے چلے گئے. راتوں رات مالدار بن جانے کے خواب نے بال بچوں کے پیٹ پر لات مارنے پر اکسایا. حرص و ہوس کی دیوی نے بیوی کا سارا زیور اتروا لیا سنہرے خواب نے زمین و جائیداد بھی بیچوا دیا. مگر ہوش نہ آیا اور جب مفلس و کنگال ہو گئے تب کہیں جا کر دماغ ٹھکانے لگا.

دنیاوی خسارہ تو اس کا ظاہر ہے ہی ساتھ ہی دینی اعتبار سے بھی یہ کام سخت معیوب اور ناجائز و ممنوع ہے.

لاٹری یوں تو کئی گناہوں کا مجموعہ ہے مگر اس میں تین گناہ نمایاں ہیں. تضییع اوقات. تضییع مال اور سود

مال کا خواہ مخواہ برباد کرنا تو حرام ہے ہی جس کے متعلق اللہ رب العزت کا فرمان ہے.

إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوٓا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ ۔ ۵ — بیشک اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔ (کنز الایمان)

نیز بلا وجہ ادھر ادھر لغو اور بیکار کاموں میں وقت ضائع کرنا بھی ناجائز و حرام ہے. اور سود کی حرمت اور اس کی قباحت و شناعت کے بارے میں اوپر گفتگو ہو گئی.

مختصر یہ کہ لاٹری کی بری عادت انسان کو معاشی اعتبار سے دیوالیہ بنا دیتی ہے جس کے نتیجے میں معاشرہ بے شمار تباہیوں اور برائیوں کا اکھاڑہ بن جاتا ہے اس لئے اس مہلک مرض سے بچنے اور بچانے کی ضرورت ہے.

بے عمل پیر اور فرضی مزار

کھل ہی جائے گا بھرم ان کے تقدس کا فراز
پارساؤں کی جو روداد کھنگالی جائے

اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ اصلاحِ معاشرہ، تزکیۂ نفس اور اسلام و سنیت کی نشر و اشاعت میں خانقاہوں اور بزرگوں کا نمایاں مقام ہے۔ بزرگانِ دین کی ان خدماتِ جلیلہ کے احسان سے امتِ مسلمہ کی گردنیں جھکی پڑی ہیں۔ مگر موجودہ حالات کے تناظر میں اس حقیقت کے انکار کی بھی گنجائش نہیں کہ آجکل اکثر خانقاہوں سے روحانیت رخصت ہو چکی ہے۔ فکر و نظر اور عبادت و ریاضت کا وہ سرچشمہ جہاں سے اسلامی روایات اور اصول و ضوابط کی حفاظت ہوا کرتی تھی، آج وہیں پر قوانینِ اسلام کی پامالی کی جاتی ہے اور شریعتِ مطہرہ کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ پیرانِ عظام جو روحانی قوت کے شہنشاہ ہوا کرتے تھے آج وہ مادی طاقت کے حصول میں بھاگے پھر رہے ہیں۔ علم کا نام و نشان نہیں اقتدار کی جنگ لڑی جا رہی ہے۔ عمل کا دور دور تک پتہ نہیں مگر قوم کی سربراہی کا ڈھنڈھورا پیٹا جا رہا ہے۔ آجکل خانقاہوں اور مزاروں کو فقط آمدنی کا ذریعہ سمجھ لیا گیا ہے اور بس! ــــ بلکہ آخرت سے بے خوفی کا عالم تو یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ مٹی کے ایک تودہ کو مزار کی شکل دے کر لوگوں کو گمراہ کیا جا رہا ہے ــــ آج کل عرس کے نام پر بڑے بڑے میلے لگتے ہیں، عورتوں اور مردوں کی بھیڑ اکٹھا کی جاتی ہے اور عیش و طرب کی محفلیں منعقد کی جاتی ہیں۔ پھر اس کے بعد وہاں انسانیت و شرافت کا جو ننگا ناچ ہوتا ہے اسے بتانے کی ضرورت نہیں!

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کون سا اسلام ہے اور کیسی مسلمانی؟ علماءِ اسلام فرماتے ہیں کہ جس مزار کی تحقیق نہ ہو جائے کہ اس میں کون بزرگ ہیں، ان کے کیا حالات ہیں اس وقت تک فاتحہ پڑھنے سے بچا جائے۔ نیز یہ کہ جس جگہ کے بارے میں یہ معلوم ہو جائے کہ یہاں کسی کی قبر نہیں ہے ایسے مقام پر فاتحہ خوانی سراسر حرام ہے۔ مگر اس کے باوجود

بھی مسلمان جذبات میں مست ہے۔
اس سلسلے کا ایک دوسرا پہلو یہ ہے کہ عوام بالخصوص مسلمانوں نے اندھی عقیدت اور جہالت کی بنیاد پر ان فرضی باباؤں ہی کو اپنے سروں کا تاج سمجھ لیا ہے۔ ان کے مقابلے میں کسی کی صحیح بات بھی سمجھنے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ آج ہر کس و ناکس کو ولی سمجھ لیا جاتا ہے۔ حالانکہ ولایت بغیر شریعت کی پابندی کے حاصل نہیں ہوتی اور شریعت کی کماحقہ پابندی بغیر علم کے ممکن نہیں۔ لیکن اس کے باوجود بھی بہت سارے ایسے لوگوں کو جنہیں الف، بے بھی معلوم نہیں ولی سمجھ لیا جاتا ہے ان کی کرامتیں بیان کی جاتی ہیں اور ان کی بزرگی کا ڈنکا پیٹا جاتا ہے۔

آج مسلم معاشرہ ان بے عمل پیروں فقیروں اور فرضی باباؤں کی وجہ سے بھی کافی ابتری اور پسماندگی کا شکار ہے جو صرف اور صرف اپنا الّو سیدھا کرنے کے لئے قوم کو اندھیرے میں ہی رہنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ قوم ان کی طلسماتی گفتگو سے اس حد تک مرعوب ہے کہ ان کی ہر جائز و ناجائز خواہش کی تکمیل ضروری سمجھتی ہے۔

ایسی صورت میں ملّت کے ذی شعور افراد کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ قوم کو صحیح صورتِ حال سے باخبر کریں تاکہ قوم ان فرضی لوگوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکے۔

اسلامی اعتبار سے پیر کیسا ہونا چاہئے اور اس کے کیا شرائط ہیں" اصلاحی تجاویز" میں ملاحظہ کریں

جادو ٹونا اور تعویذ گنڈہ

جادو ٹونا برحق اور تعویذ گنڈہ کی تاثیر بسر وچشم قبول مگر موجودہ دور میں ان چیزوں پر جس حد تک بھروسہ کیا جانے لگا ہے مہذب معاشرہ کے لئے یہ بہر حال تشویشناک ہے۔ آج بے شمار فرضی اور جعلساز لوگ اپنی مکاری اور چرب زبانی سے لوگوں کی محنت و مشقت کی کمائی اینٹھ کر راتوں رات دولت و ثروت کا انبار اکٹھا کر لینا چاہتے ہیں۔ اس کام کے لئے باقاعدہ ان کے پالتو نمائندے ہوتے ہیں جو ان کی خود ساختہ کرامتوں

کا تذکرہ کرکے لوگوں کو اپنے جال میں پھانستے ہیں، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کے پاس سوائے شعبدہ بازی اور جادوگری کے اور کچھ نہیں۔ ان کی زبان میں نہ کوئی تاثیر ہے نہ اثر۔ اثر تو ان لوگوں کی زبان میں ہوتا ہے جو نماز روزہ کے پابند اور شریعت کے عامل ہوا کرتے ہیں۔ ان کا تو یہ عالم ہے کہ دن رات شریعت کی خلاف ورزی کرتے ہیں، پریشان لوگوں کی پریشانی دور کرنے کے بجائے انھیں الٹی چھری سے ذبح کرتے ہیں۔ اسکے علاوہ نہ کوئی کام ہے نہ کوئی دھندہ۔ بھلا ان سے فائدہ کی کیا امید کی جا سکتی ہے؟ یہ تو وہی ہوا ؎ خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے

اس تعلق سے ایک حیرت انگیز پہلو یہ ہے کہ ایسے لوگوں کے مریض زیادہ تر عورتیں ہوا کرتی ہیں۔ مرد تو خیر سے کم ہی ان کے چنگل میں پھنستے ہیں مگر عورتیں جو فطرۃً ناقص العقل ہوتی ہیں وہ ان کی بات کرامات میں بہت جلد آجاتی ہیں اور مریض بن کر حاضر ہو جاتی ہیں آخر ایسا کیوں؟

اس تعلق سے میرا نظریہ قطعی یکطرفہ نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر ایک طرف ان پیشہ ور افراد کی غلطی ہے تو دوسری طرف سماج کے ان افراد کی بھی بڑی بھاری غلطی ہے جو اتنی بھی اہلیت نہیں رکھتے کہ اپنے گھر کی خواتین کو ان اوباش لوگوں کے پاس جانے سے روک سکیں۔ آئے دن کے تجربات کی روشنی میں یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ بھوت پریت اور جنات وغیرہ کے فرضی واقعات نے نہ جانے کتنے گھروں کو جہنم زار بنا دیا اور نہ معلوم کتنے لوگوں کے چین وسکون کو غارت کر دیا۔

ان چیزوں پر اندھ وشواس سے معاشرہ میں ایک ہیجانی کیفیت برپا ہے۔ لوگ بنیادی باتوں سے توجہ ہٹا کر ان خرافات میں اپنا وقت اور اپنا سرمایہ ضائع کرتے رہتے ہیں اور جب ہوش آتا ہے تب تک مرض اپنی جڑ مضبوط کر چکا ہوتا ہے۔ اس لئے ان امور پر بڑی باریک بینی فراخدلی اور کشادہ ظرفی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔

حالات کا جائزہ لینے کے بعد جہاں تک رسائی ہوتی ہے اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ سب نتیجہ ہے جہالت کی تہہ در تہہ تاریکی اور ہندوانہ نظریات وخیالات سے متاثر ہونے کا

ورنہ اگر ان لوگوں کے پاس علم کی روشنی ہوتی تو اپنی عقل کو کام میں لاتے اور صحیح اور غلط اور سچ اور جھوٹ کے درمیان فرق پیدا کرنے اور سمجھنے کی کوشش کرتے۔

بہرحال وجہ چاہے کچھ بھی ہو ان حالات پر قابو پانے کی ضرورت ہے۔ ورنہ معاشرہ کی بدامنی اور بے چینی دور نہیں ہو سکتی۔ اس کے لئے عوام کے ذہن کو بیدار اور حقیقت سے قریب تر کرنے کی ضرورت ہے۔

تھیٹر، سینما اور ٹی وی

ان چیزوں کے ظہور میں آنے کے بعد معاشرہ جس تیزی سے پراگندگی اور لیستی کی طرف بڑھا ہے اور برائیوں کی آماجگاہ بنا ہے اسکی مثال پہلے نہیں ملتی، مغربی تہذیب و تمدن، فحش مناظر اور حیوانیت آمیز زندگی کے فروغ اور اسلامی کلچر کو مسخ کرنے میں یہ چیزیں کلیدی رول ادا کر رہی ہیں پردۂ سیمیں پر جو تصویریں رقص کرتی ہیں وہ فکر و نظر اور دل و دماغ پہ اپنا انمٹ نقوش چھوڑ جاتی ہیں، آنکھیں جو دیکھتی ہیں انسانی طبیعت فوراً اس پر عمل کرنے کو بیقرار ہو جاتی ہے۔ بلکہ اب تو حالت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ ان منکراتِ شرعیہ کو مسلمان گناہ کے دائرے میں داخل ماننے کو تیار نہیں۔

واحسرتاہ! مسلمانوں کے کردار و عمل اور سوچ و فکر کا انداز کتنا بدل گیا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ گناہ سے بچنے کے لئے اگر دولت و سرمایہ خرچ کرنے کی نوبت آجاتی تو روپئے خرچ کر کے مسلمان اپنا دامن بچا لیتا تھا، اسکی دینی حمیت و غیرت گناہ کی غلاظت میں ملوث ہو کر اسلامی شرافت کو داغدار کرنا گوارہ نہ کر سکتی تھی۔ مگر آج کا مسلمان ہے کہ گھر کا اثاثہ بیچ کر گناہ خریدتا ہے، گناہ کرنا اپنی جگہ پر خود ایک جرم ہے مگر گناہ خریدنا ایک دوسرا جرم ہے اور سینما تھیٹر وغیرہ تو کئی گناہوں کا مجموعہ ہے۔ مثلاً تضیع مال، تضیع اوقات، حرام دیکھنا، حرام سننا، اور فعلِ حرام پر خوشی کا اظہار کرنا۔ وغیرہ وغیرہ ایسی صورت میں سینما دیکھنے کا گناہ کتنا عظیم ہو جاتا ہے اس خیال ہی سے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

اور ٹی وی۔ ویڈیو، خدا کی پناہ! اس لعنت نے تو معاشرہ کی رہی سہی عزت اور گھر کے چھوٹے بڑے کا ادب و احترام، عزت و وقار اور شرم و حیا کا جنازہ نکال دیا۔ اس کے

قدم رکھتے ہی عزت و شرافت رخصت ہوگئی۔ ایک شریف انسان اس رومان پرور نشاط انگیز اور رقص آمیز لمحے کے تصور ہی سے پانی پانی ہو جاتا ہے جبکہ ٹی وی کے اسکرین پر عریاں یا نیم عریاں تصاویر کے ذریعہ انسانیت کا ننگا ناچ ہوتا ہے اور غیرت و حمیت کا گلا گھونٹ کر گھر کے تمام افراد دادِ تحسین دیتے ہوئے دیکھے جاتے ہیں اور خوشی و مسرت کا سماں بندھا ہوا نظر آتا ہے۔

مسلمانو! ذرا غور کرو اور اس طرح اسلامی شرافت و نجابت اور غیرت و حمیت کو پامال نہ کرو۔ خدا کا خوف کرو اور ان منحوس چیزوں سے اپنے گھروں کو پاک کرو۔ ؎

دن لہو میں کھونا تجھے شب صبح تک سونا تجھے ‏ ‏ ‏ شرم نبی خوفِ خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

بدکاری

اسلام نے جس انداز سے لوگوں کے حقوق و فرائض اور عزت و عصمت کی حفاظت کی تاکید کی ہے۔ اس کی مثال دوسرے مذاہب میں نہیں ملتی مگر اس کے باوجود بھی مسلمان ایک دوسرے کی حق تلفی میں مصروف ہے خواہ وہ مال و زر کی صورت میں ہو یا عزت و عصمت کی صورت میں ـــــ آج بڑھتی ہوئی بدکاری اور بے حیائی کی وجہ سے معاشرہ کا امن و امان اٹھتا جا رہا ہے اور کرپشن بے چینی بڑھتی جا رہی ہے۔ ایسے ایسے واقعات اخبار و رسائل اور آس پاس میں دیکھنے سننے کو ملتے ہیں جن سے آدمی پانی پانی ہو جاتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کے پیچھے بہت سی شہوت انگیز چیزوں کا ہاتھ ہے مگر ان سے کہیں بڑھ کر مسلمانوں کی فیشن پرستی، غفلت شعاری اور تساہلی کا ہاتھ ہے۔

اس لئے ٹھنڈے دل سے اس پر غور کرنے اور اس کے سدِ باب کے طریقوں پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔

تصویر کشی

فوٹو کھینچنا اور کھینچوانا مسلم معاشرہ میں جس کثرت سے رائج ہے اسے بتانے کی چنداں ضرورت نہیں۔ حالانکہ شرعی نقطۂ نظر سے یہ دونوں فعل بالکل حرام اور سخت قابلِ نفرت ہیں۔ حدیث شریف میں آیا کہ قیامت کے روز سب سے زیادہ گناہ تصویر بنانے والے پر ہوگا۔ اسے اپنی بنائی ہوئی تصویر میں جان ڈالنے کو کہا

جائے گا۔ ظاہر سی بات ہے کہ انسان اس سے عاجز رہے گا۔ لہٰذا اس کو سخت سے سخت عذاب دیا جائے گا۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ قیامت کا سب سے عظیم اور دردناک عذاب اور مسلمان اس میں اس طرح پیش پیش!

صحیح بخاری وسنن ابی داؤد میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یترك فی بیتہ شیئًا فیہ تصالیب الا نقضہ۔ — نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر کی جس چیز میں تصویر ملاحظہ فرماتے اسے بے توڑے نہ رہتے

سوچنے کی بات ہے کہ ہمارے آقا و مولی تو تصویر اور فوٹو سے اس قدر نفرت و بے زاری کا اظہار کریں اور امتی اسے گلے لگانے میں فخر محسوس کرے! اس کے باوجود بھی دعوی ہے محبتِ رسول کا۔ مدعی حضرات اس آئینہ میں اپنی شکل دیکھ لیں۔

مخرب اخلاق لٹریچر کا مطالعہ

آج قرآن وحدیث، بزرگان دین کے حالات اور مجاہدینِ اسلام کے واقعات کے مطالعہ کا ذوق قریب قریب ختم ہوتا جا رہا ہے۔ بالخصوص نوجوان نسل اگر کچھ پڑھنے کا ذوق بھی رکھتی ہے تو فلمی رسالے، افسانے اور ناول جبکہ یہ بالکل عام مشاہدہ کی بات ہے کہ ناول افسانے، فلمی رسالے، عریانیت، فحاشی اور بے حیائی پر مبنی کتابوں کا مطالعہ نفس اور اخلاق میں گراوٹ پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ شیطانی خواہشات اور انسانیت سوز جذبات کو برانگیختہ کرتا ہے۔ جس سے معاشرہ طرح طرح کی برائیوں کا آماجگاہ بنا ہوا ہے ان غیر اخلاقی اور غیر مذہبی کتابوں کے مطالعہ میں وقت اور روپئے ضائع کرنا بہرحال گناہ ہے۔ اس سے بہتر ہے کہ انھیں اوقات میں قرآن، حدیث اور دینی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے ان کتابوں کے مطالعہ سے مذہبی معلومات میں اضافہ بھی ہوگا اور ثواب بھی ملے گا جس سے بلاشبہ روح کو طاقت وقوت میسر ہوگی۔

اسلامی شعار سے دوری

رہن سہن

اپنی تہذیب کو جو قوم بھلا دیتی ہے
صفحۂ دہر سے وہ خود کو مٹا دیتی ہے

کوئی بھی قوم اسی وقت ممتاز اور قابلِ فخر کہی جا سکتی ہے جب تک وہ اپنی تہذیب و تمدن، رہن سہن اور عادات و اطوار میں دیگر قوموں سے بالکل الگ تھلگ اور ممتاز ہو۔ مگر مسلم معاشرہ کا حال یہ ہے کہ مسلمانوں نے اپنے آباء و اجداد کی تاریخ کو فراموش کر دیا، اپنی تہذیب و تمدن سے دور ہو گئے، اپنے رہنے سہنے کا انداز بدل دیا، اپنا کلچرل چھوڑ کر دوسروں کے کلچرل میں گم ہو گئے۔ نتیجہ یہ سامنے آ رہا ہے کہ مسلمانوں کی شناخت مٹتی جا رہی ہے اور پہچان ختم ہوتی جا رہی ہے۔ مگر اس کے باوجود بھی مسلمانوں کو احساس نہیں !

سمجھ میں نہیں آتا کہ بھلا وہ قوم کیا ترقی کر سکتی ہے یا دوسروں تک اپنا انقلابی پیغام پہنچا سکتی ہے جو اپنے باپ دادا کی میراث اور اپنے مذہب کے اصولوں کی حفاظت نہ کر سکے۔

لباس میں تبدیلی

مسلمانوں کے عمل کا یہ کتنا قابلِ نفرت پہلو ہے کہ عصرِ حاضر میں نہ ان کا اخلاق و کردار اسلامی شعار کا نمونہ ہے اور نہ ہی لباس و پوشاک اسلامی تعلیمات کا آئینہ دار ۔ اس وقت مسلمان اپنے ملّی و قومی تشخص کو پاؤں تلے روند کر مکمل طور سے مغربی تہذیب و تمدّن کے دلدادہ بن چکے ہیں۔ رہنے سہنے، بات چیت کے ساتھ ساتھ پہننے اوڑھنے میں بھی یورپ کی پیروی ہو رہی ہے۔ مردوں میں پینٹ شرٹ کی ایسی بری لت لگ گئی ہے کہ وہ انھیں فخر کے ساتھ استعمال کرتے ہیں جب کہ حدیث شریف میں واضح طور پر مذکور ہے۔

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ اسی میں سے ہے

پینٹ شرٹ پرانے زمانے میں قومِ نصاریٰ کا خصوصی لباس تھا، اس وقت تو ان

چیزوں کا استعمال بالکل حرام تھا مگر اس وقت جبکہ اکثریت اس بلا میں ملوث ہے حرمت کا قول تو نہیں کیا جا سکتا مگر پھر بھی شرافت کے خلاف تو ہے ہی کیونکہ اس لباس میں سنت کی صریح خلاف ورزی ہے۔ اور جہاں تک ٹائی کا معاملہ ہے تو یہ تو کسی طرح سے درست نہیں کیونکہ عیسائی عقیدہ کے بموجب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سولی دی جانے کی یادگار ہے۔ حالانکہ قرآنِ کریم کا ارشاد بالکل اس کے خلاف ہے۔ ارشادِ باری ہے۔

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ اور ہے یہ کہ انھوں نے نہ اسے قتل کیا نہ اسے سولی دی (کنزالایمان)

حق یہ ہے کہ وہ آسمان پر اٹھا لئے گئے ہیں اور قیامت کے قریب دنیا میں بھیجے جائیں گے۔

اور عورتوں کا تو کچھ کہنا ہی نہیں یوریین دوشیزاؤں کی دیکھا دیکھی ایشیائی عورتیں بھی انھیں کے کاندھے سے کاندھا ملا کر چلنے میں اپنی کامیابی و ترقی سمجھتی ہیں ۔ حالانکہ اسے فریبِ عقل ونظر کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ مغربی عورتوں کے نقشِ قدم پر چلنا خود کو تباہی و بربادی کے گڑھے میں ڈھکیلنا ہے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ آج کل مغربی عورتیں پرسکون زندگی کے لئے اسلام کے دامن میں پناہ لے رہی ہیں۔

لباس نام ہے ایسے کپڑے کا جس سے جسم چھپ جاتے اور جس سے جسم ہی نہ چھپ سکے اسے لباس کہنا جہالت کے سوا اور کیا ہے؟ اسی کے متعلق نبیٔ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ "اخیر زمانے میں عورتیں لباس پہنکر بھی عریاں رہیں گی" آج بچشم سر اس پیش گوئی کا مشاہدہ کیا جا رہا ہے۔ عورتیں ایسا چمکیلا جاذبِ نظر اور دلکش لباس پہنکر سڑکوں اور بازاروں میں گھومتی ہیں، میلوں میں سیر کرتی ہیں، ہوٹلوں اور کلبوں میں تفریح کرتی ہیں کہ الامان والحفیظ۔

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

داڑھی منڈوانا

داڑھی منڈوانا بھی مسلمانوں میں عام ہو گیا ہے بلکہ آج داڑھی والوں کی تعداد بہت کم اور بغیر داڑھی والوں کی تعداد زیادہ ہے مسلمان اپنے غلامی کا نشان مٹا کر اطمینان وسکون اور ترقی کا خواب دیکھ رہا ہے بھلا یہ بھی ممکن ہے؟

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے۔

اِفشُوا السَّلَامَ وَ اَقصُوا الشَّوَارِبَ وَ سلام پھیلاؤ، مونچھیں ترشواؤ، اور
اعفُوا اللّحیٰ داڑھی بڑھاؤ۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ اس حدیث کی روشنی میں مسلمان اپنی صورت بلاحظہ کرے۔ اگر دل و دماغ کی آوارگی کے ساتھ فکر و عمل کی بھی بے راہ روی رہی تو ؎

پیش نبی ہونے کے لئے ایمان کہاں سے لاؤ گے
صورت ہے جب غیروں جیسی پہچان کہاں سے لاؤ گے

بے پردگی

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں :: محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا کر جائے گی

اسلام نے صنف نازک کی نزاکت و کمزوری کے پیش نظر اسے پردے میں رہنے کا حکم دیا اور بھیڑیا صفت انسانوں سے عزت و آبرو کی حفاظت کے لئے گھر کی چہار دیواری کو کمین گاہ بنایا۔ مگر برا ہو تقلید یورپ کا! جس کے نتیجے میں برائیاں شباب پر ہیں اور معاشرہ تباہی و بربادی کے گرداب بلاخیز میں ہچکولے کھا رہا ہے انسانیت کراہ رہی ہے اور شرافت کا دم گھٹتا دکھائی دے رہا ہے۔ ان برائیوں میں عورتوں کی بے پردگی اور عریانیت اپنی جملہ ہلاکت خیزیوں کے ساتھ نمایاں ہے۔

ہائے افسوس! اس تقلید یورپ نے مسلمانوں کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ معاشرہ میں ایک عجیب قسم کا بھونچال آگیا۔ سوچ و فکر کا زاویہ بدل گیا۔ شرافت و بزرگی کا معیار تبدیل ہو گیا۔ تہذیب و تمدن کا ڈھانچہ اور عزت و عظمت کا پیمانہ بدل گیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج عریانیت ترقی کی دلیل بنتی جا رہی ہے۔ بے پردگی اور بے حجابی تہذیب کا معیار بن رہی ہے، کپڑے جسم پر بوجھ بنتے جا رہے ہیں اور دوپٹہ رکھنا دقیانوسی خیال بتایا جا رہا ہے۔ پردہ انسان کی راہ میں رکاوٹ کا ایک اہم سبب سمجھا جا رہا ہے۔

یہ وہ زہریلے نظریات ہیں جن سے معاشرہ کی جڑیں ہل گئیں ہیں مگر پھر بھی مسلمانوں کی غیرت و حمیت میں جنبش نہیں ہوتی آخر کب تک؟

قیامت سر پہ کھڑی آواز دے رہی ہے۔ اسلام اپنے دامن رحمت میں بلا رہا ہے

اگر اب بھی اسلامی اصولوں پر عمل کرنے کی کوشش نہ کی گئی تو پھر اس قوم کو تباہی و بربادی سے کوئی بچا نہیں سکتا۔ لہٰذا اس دن کے آنے سے پہلے جس دن روح جسم کا ساتھ چھوڑ دے اور تمام حسن و جمال، رعنائی و شادابی مٹی کے ڈھیر میں تبدیل ہو جائے خود سنبھل جانا اور اپنے اہل و عیال کو سنبھال لینا عقلمندی ہے ورنہ پھر اس دردناک عذاب سے چھٹکارا بہت مشکل ہے۔

گندگی اور غلاظت

صفائی ستھرائی اور طہارت و پاکیزگی کا جو درس اسلام نے دیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے، اسلام نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ صفائی آدھا ایمان ہے، مگر آج قوم مسلم کا حال یہ ہے کہ غلاظت کا انبار اور گندگی کا ڈھیر اس کی علامت بن گئی ہے۔ شہر سے لیکر دیہات تک مسلمانوں کی رہائش کا جو طریقہ ہے اس سے کوئی یہ اندازہ نہیں لگا سکتا کہ اس قوم کو کبھی صفائی ستھرائی کی تعلیم دی گئی ہے۔ آج نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ جس گھر کے آگے گندگی کا ڈھیر جس محلہ میں جگہ جگہ غلاظت کا انبار جس محلہ کی سڑکیں خستہ اور نالیاں بھری پڑی ہوں وہ مسلمانوں کا محلہ ہے۔ انھیں زہریلی اور جان لیوا آب و ہوا کا اثر ہے کہ آج بہت سارے مسلمان دمہ، ٹی بی جیسے مہلک امراض میں مبتلا ہیں، مگر اس کے بعد بھی مسلمان اپنے گھر محلہ اور علاقہ کو صاف ستھرا رکھنے کی کوشش نہیں کرتے۔

اولاد کی پرورش میں کوتاہی

عصر حاضر کی مغرب پرستی نے ماں باپ کی فطری محبت و شفقت سے اولاد کو یکسر محروم کر دیا ہے کیونکہ پہلے یہ بات مغربی ممالک کے بارے میں سنی جاتی تھی کہ پیدائش کے فوراً بعد بچوں کو سرکاری تحویل میں دے دیا جاتا ہے جہاں ڈبوں کے دودھ کے ذریعے ان کی پرورش ہوتی ہے۔ ماں باپ کو بچوں سے کوئی سروکار نہیں۔ مغرب کی اندھی تقلید کے نتیجہ میں اب ایشیا میں بھی اس کے نمونے نظر آنے لگے ہیں جس سے مسلم معاشرہ بھی محفوظ نہیں جبکہ اس میں بیشمار خرابیاں پائی جاتی ہیں۔

الف۔ بچوں کی پرورش اس انداز سے کی جاتی ہے کہ وہ مسلمان نہ رہنے پائیں اسکے علاوہ

چاہے جو ہو جائیں۔ یہ سب سے بری اور دائمی دینی اور دنیاوی خرابی ہے۔

ب۔ بچہ ماں کی ممتا اور باپ کی شفقت سے محروم ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ پژمردگی اور احساس کمتری کا شکار ہو جاتا ہے۔

ج۔ فطرت نے ماں کے دودھ میں جو قوت نمو اور ذہنی توانائی کا خزانہ رکھا ہے مارکیٹ کے ڈبوں سے وہ چیزیں حاصل نہیں ہو پاتی ہیں جس کا اثر جسمانی ساخت پر پڑتا ہے پھر یکے بعد دیگرے آنے والی نسلیں اس سے متاثر ہوتی چلی جاتی ہیں۔

یہ تو پرورش کے ماڈرن طریقے کی خرابیاں تھیں۔ اب ہم مسلم معاشرہ میں مروجہ انداز پرورش پر گفتگو کرتے ہیں۔

اس ضمن میں اگر یہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ آج کی ننانوے ۹۹ فیصد مائیں بچوں کی اسلامی انداز پرورش سے بے خبر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ احتیاطی تدابیر جو بچوں کی پرورش میں ملحوظ نظر رکھنی چاہیے نہیں رکھ پاتی ہیں۔ ماں کی گود جسے انسان کا سب سے پہلا مکتب یا مدرسہ کہا گیا ہے جب وہ خود ہی تعلیم و تربیت سے خالی ہے تو پھر بھلا وہ کیونکر اپنی اولاد کو علم و عمل کا خوگر بنا سکتی ہے۔ حالانکہ یہ بات کسے معلوم نہیں کہ یہی بچے کل سماج کے معمار اور ملت کے قائد بنیں گے۔ مگر اس کے باوجود بھی مسلم والدین کو اس کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہیں۔ بچوں کی صحیح تربیت اور دینی معلومات پر شروع ہی سے والدین کو خصوصی توجہ دینی چاہئے۔ مگر ایسا ہوتا نہیں۔ یہ اسی غفلت کا نتیجہ ہے کہ مسلم آبادی والے علاقوں اور محلوں میں چار چار پانچ پانچ سال بلکہ اس سے زائد عمر کے بچے یونہی گلیوں میں آوارہ گردی کرتے، اودھم مچاتے، کھیلتے، کودتے، لڑتے جھگڑتے، گالی گلوچ کرتے، گندے اور میلے کچیلے کپڑوں میں نظر آتے ہیں، نہ تو وہ دن میں اسکول یا مدرسہ جاتے ہیں اور نہ ہی رات میں پڑھنے کے لئے بیٹھتے ہیں۔ اس کے برعکس اگر دیگر قوموں کے محلوں کا جائزہ لیا جائے تو بچے دن میں نظر نہیں آتے کیونکہ وہ اسکول گئے ہوئے ہوتے ہیں اور شام میں سورج ڈوبتے ہی ہر طرف سناٹا چھا جاتا ہے کیونکہ سب اپنا ہوم ورک یا سبق یاد کرنے میں لگ جاتے ہیں۔

اب بتایا جائے ان میں مہذب کسے کہا جائے گا اور ترقی یافتہ قوم کونسی ہے؟

بچوں کی پیدائش اور مسلم معاشرہ

آج بچوں کی کثرت کے تعلق سے مسلم معاشرہ افراط و تفریط کا شکار ہے۔ کچھ لوگوں کا نظریہ یہ ہے کہ اس تعلق سے ہمیں کچھ کرنے کی اجازت نہیں ایسے لوگ جدید ٹکنالوجی اور سائنس سے فائدہ اٹھانا مطلقاً حرام سمجھتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو شریعت کی پابندی میں اپنے آپ کو متصلب خیال کرتے ہیں۔ اور کچھ لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ رفتارِ زمانہ کیساتھ اس طرح بہے چلے جارہے ہیں کہ وہ نسبندی اور آپریشن تک کو گناہ نہیں سمجھتے ۔

یہ دونوں نظریئے اسلامی تعلیمات سے دور ہیں یہ اور بات ہے کہ پہلا بہت معمولی اور دوسرا بہت زیادہ !

اس میں کوئی شک نہیں کہ بچوں کی پیدائش خاص قدرتِ الٰہی سے متعلق ہے۔ کثرتِ اولاد کی ترغیب حدیث پاک سے ثابت ہے جس سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں لیکن انسان کے لئے یہ بھی مناسب نہیں کہ بچوں کی ٹیم تیار کرلے اور ان کی دیکھ بھال سے بالکل بے پرواہ ہوجائے۔ معاشی اعتبار سے اس بوجھ کو نہیں اٹھا سکتا اس کے بعد بھی اس بارگراں سے بوجھل ہوتا رہے۔ اس کا نتیجہ تنگدستی، مفلسی، مفلوک الحالی اور مشقت و پریشانی کے علاوہ اور کچھ نہیں ۔ یہ بالکل عام مشاہدہ ہے کہ بچوں کی پیدائش میں اگر مناسب وقفہ نہ ہو تو اس کا مہلک اثر عورت کی صحت پر پڑتا ہے جس کی وجہ سے بیچاری صنف نازک مختلف قسم کی خطرناک بیماریوں میں مبتلا ہوجاتی ہے نیز بچہ کی صحیح ذہنی و جسمانی نشو و نما بھی نہیں ہو پاتی۔ اسلام اگر بچوں کی پیدائش کی طرف راغب کرتا ہے تو انکی تعلیم و تربیت اور اصلاح و فلاح کا بھی ذمہ دار قرار دیتا ہے جس کی اس سے باز پرس ہونی ہے ۔ ایک طرف اس نے بچوں کی فوج کھڑی کردی مگر اس کی صحیح ڈھنگ سے پرورش نہ کرسکا، تعلیم کے زیور سے آراستہ نہ کرسکا اور بچے ابھی ہوش بھی نہ سنبھال پائے کہ انھیں کام دھندہ سے لگا دیا گیا

توکیا ایسے بچے معاشرہ کی فلاح و ترقی کے بارے میں سوچ سکتے ہیں؟ یا ان سے اسلام کی حفاظت و صیانت اور ترقی و سربلندی کی توقع کی جا سکتی ہے ؟۔ زمانے کے تجربات سے تو ایسا نہیں لگتا کہ ایسے بچے قوم وملت کی خدمت یا شریعت کی پاسبانی و پاسداری کر سکتے ہیں؟ تو پھر بھلا اس فوج سے کیا فائدہ ؟

اسکے برعکس اگر کم بچے ہوں انکی صحیح تعلیم و تربیت کا انتظام ہو، اچھے ڈھنگ سے انکی پرورش و پرداخت ہو تو یقیناً ایسے بچے مستقبل میں قوم وملت کے لئے سرمایۂ افتخار ثابت ہو سکتے ہیں ـــــ اب اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ انسان صرف اور صرف دنیاوی ترقی اور خوشحالی کے لئے افزائش نسل کا سلسلہ ہی منقطع کر کے قدرتِ خداوندی کو چیلنج کر دے۔ اسلام اسکی قطعی اجازت نہیں دیتا۔ ہاں اس تعلق سے اسلام نے جو احتیاطی تدابیر بتائی ہیں ان پر عمل پیرا ہو کر انسان اپنی دنیا بھی سنوار سکتا ہے اور آخرت میں بھی سرخروئی حاصل کر سکتا ہے

"احتیاطی تدابیر اصلاحی تجاویز میں ملاحظہ کریں"۔

شادی بیاہ کی مروجہ رسمیں

اسلامی شریعت سے دوری نے آج مسلمانوں کو کہیں کا نہ چھوڑا۔ شادی کبھی خانہ آبادی کے لئے ہوا کرتی تھی مگر آج کل شادی کا مطلب ہے خانہ بربادی۔ اسلام نے اپنی فطری سادگی کی بنیاد پر جس کام کے لئے صرف دو آدمی اور دو بول (دو گواہ اور ایجاب و قبول) کو ضروری قرار دیا ہے آج مسلمانوں نے صرف نام و نمود کے جذبے سے سرشار ہو کر اسے اتنا بڑا پہاڑ بنا لیا جس کی فکر برسوں پہلے سے انسان کو کھوکھلی کرتی رہتی ہے۔ عام حالتوں میں شادی سنتِ رسول کا درجہ رکھتی ہے مگر اس سنّت کی ادائیگی کے ضمن میں کتنے حرام کام ہوتے ہیں اس کی تفصیل تو سب کی نگاہوں کے سامنے ہے۔ یہاں صرف چند اشارئیے پیش کئے جاتے ہیں جن سے اندازہ ہو سکے گا کہ کہاں

تک ہم اپنے مذہب کے پابند ہیں اور کہاں تک غیروں کی تقلید میں ہماری زندگی ڈوبی ہوئی ہے۔

(۱) دلہن کی تلاشی / منگنی، بیجا رسمیں اور فضول خرچیاں

شادی سے پہلے لڑکی اور لڑکا دیکھنا شرعاً منع نہیں ہے بلکہ شریعت نے اسکی اجازت دی ہے۔ دیکھنا چاہئے یہ ضروری بھی ہے اور موجودہ دور میں اسکی ضرورت اور بڑھ گئی ہے۔ مگر مسلم معاشرہ میں اس کا جو طریقہ رائج ہے وہ سراسر غلط اور ناجائز ہے۔ کیونکہ آج کل اس کام کے لئے ساری برادری اکٹھا کی جاتی ہے۔ دولوں طرف کھانے پینے کا معقول اہتمام ادھر سے جوڑے اور زیورات ادھر سے جوڑے اور سوغات، اگر بالفرض بات طے نہ ہو پائی (جس کا مشاہدہ کبھی ہوتا رہتا ہے) تو ان چیزوں کی بنیاد پر ناچاقی اور آپسی اختلافات وغیرہ وغیرہ، مختصر یہ کہ بہت سارے مقامات پر آج کل منگنی کی رسم میں لوگ جتنا خرچ کر دیا کرتے ہیں اگر اسلامی طریقے سے شادی کی جائے تو صرف ایک منگنی میں چار چار، پانچ پانچ شادیاں ہو جائیں گی۔ کیا اس فضول خرچی کا معاشرہ پر اثر نہیں پڑتا۔ یقیناً پڑتا ہے اور برا اثر پڑتا ہے۔ مگر اسکے باوجود بھی روز بروز اس میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے۔ آخر ایسا کیوں؟

(۲) ناچ گانا، ڈھول تاشہ اور بینڈ باجہ

ان خلافِ شرع کاموں میں عزت و عصمت کا جو ننگا ناچ ہوتا ہے شریف انسان اسکے تصور ہی سے پانی پانی ہو جاتا ہے۔ دولہا کے ساتھ یہ چیزیں ہمارے معاشرے کا اٹوٹ حصہ بنتی جا رہی ہیں۔ یورپ کی تقلید نے مسلمانوں کی عقلوں کو اس طرح زائل کر دیا ہے کہ احساس کا مادہ ہی ختم ہو گیا نوجوان لڑکوں کے ساتھ خوش پوش بلکہ عریاں لڑکیاں بھی سڑکوں پر رقص اور ڈانس کرتی نظر آتی ہیں، عصر حاضر کی عورتوں اور لڑکیوں نے تو فیصلہ کر لیا ہے کہ ہمیں کسی معاملے میں مردوں سے پیچھے نہیں رہنا ہے چاہے عزت رہے نہ رہے اس کی پرواہ نہیں

اسلام کا جنازہ نکلے نکلتا رہے اس کی فکر نہیں۔ کیا اسی کا نام ترقی ہے؟ اور اسی کا نام عزت؟

(۳) پٹاخے چھوڑنا اور گولے داغنا مسلم معاشرہ میں اظہارِ مسرت کا یہ بھی ایک مذموم طریقہ بہت زور و شور سے رائج ہے جبکہ شرعی طور پر یہ سراسر حرام ہے کیونکہ اس طریقے سے انسان اپنی محنت و مشقت کی کمائی میں خود اپنے ہاتھوں سے آگ لگا کر چند لمحوں کے لئے خوش ہولیتا ہے جبکہ اس کا فائدہ کچھ بھی نہیں سوائے اسکے کہ شیطان کی خوشنودی اور خدا کے غضب کو دعوت دی جائے اور اس کا دوسرا پہلو جو سماجی طور پر بہت ہی نقصان دہ ہے جس کا مشاہدہ بھی ہوتا رہتا ہے کہ اس میں کبھی انسان تو خود ہی زخمی ہوتا ہے اور کبھی دوسروں کو زخمی کر دیتا ہے۔ مکانوں پر چنگاریاں پڑتی ہیں، گھروں میں آگ لگ جاتی ہے اس سے جو ناقابلِ برداشت نقصان ہوتا ہے وہ ظاہر ہے ــــ بے خبر انسان نے ایک غلط قدم اٹھایا نتیجہ غموں کے پہاڑ کی صورت میں ظاہر ہوا۔ شادی کی پوری مسرت و شادمانی دیکھتے ہی دیکھتے پٹاخوں کی نذر ہوگئی اور پورا ماحول سوگوار ہوگیا۔ یہ وہ تلخ حقائق ہیں جن کا بارہا مشاہدہ ہوچکا ہے مگر پھر بھی آنکھیں نہیں کھلتیں!!

(۴) کھانے کا اہتمام شادی بیاہ کے موقع پر عام طور سے کھلانے پلانے میں جو روپئے خرچ کئے جاتے ہیں وہ بتانے کی ضرورت نہیں۔ جو کام نہایت سادگی اور بہت کم خرچ میں ہوسکتا ہے مسلمان اپنی جھوٹی شان برقرار رکھنے کے لئے ان کاموں پر اتنے روپئے خرچ کر دیتا ہے کہ اس کا دیوالیہ نکل جاتا ہے۔ قرض کے بوجھ تلے ایسے دب جاتا ہے کہ برسوں چھٹکارا انہیں مل پاتا۔ اگر یونہی قرض نہ مل پائے تو لوگ سود پر روپئے لینے سے بھی دریغ نہیں کرتے جبکہ سودی لین دین سراسر حرام اور گناہ ہے۔ مگر یہ مسلمان ہے کہ معاشی طور پر پریشان ہوتا ہے ہوتا رہے، رات کی نیند حرام ہوتی ہے ہوتی رہے سماج میں ناک نہ کٹنے پائے۔ حالانکہ یہ ایک خطرناک اور مہلک

سوچ ہے جس نے سماج کا ڈھانچہ منتشر کر دیا اور قوم کو مفلوک الحال بنا دیا ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ ان روپیوں کا اگر دسواں حصہ بھی کسی رفاہی اور فلاحی کام میں صرف ہونے لگے تو قوم کا سر فخر سے بلند ہو جائے۔ مگر اس المیہ پر کتنا ماتم کیا جائے کہ عصرِ حاضر میں مسلمانوں کا یہ نظریہ بن گیا ہے کہ ہم ذاتی شہرت کے لئے تو سب کچھ قربان کر سکتے ہیں مگر کسی تعمیری کام میں ایک دانہ بھی خرچ نہ کریں گے۔

علم اور روشنی کے اس نام نہاد دور میں جہالت کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ انسان انسانیت کی تمام دیواریں پھلانگ کر جانوروں کی صف میں جا کھڑا ہوا ہے۔ عام طور سے شادی بیاہ اور دیگر تقریبوں میں آج کل کھانے پینے کا جو اہتمام ہوتا ہے وہ کیا ہے؟ کھانا ٹیبل پر سجا دیا گیا اور لوگ ٹہل ٹہل کر چر رہے ہیں۔ بھلا سوچنے کی بات ہے یہ بھی کوئی اخلاقی معیار، تہذیبی طریقہ اور انسانی انداز ہے۔

آج مسلمان سنّت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ترک کر کے جس بے حسی کا ثبوت پیش کر رہے ہیں وہ لائقِ نفرت بھی ہے اور قابلِ ملامت بھی، باعثِ حیرت بھی ہے اور وجہ تفکر و تردد بھی

طریقِ مصطفےٰ کو چھوڑنا ہے وجہِ بربادی
اسی سے قوم دنیا میں ہوئی بے اقتدار اپنی

(۵) جہیز کی کثرت

ہندوانہ رسم و رواج کی تقلید کی وجہ سے آج مسلمانوں میں جو امراض پائے جاتے ہیں ان تمام میں جہیز بھی ایک خطرناک اور مہلک مرض ہے جسکی زہرناکی اور اذیّت سے پورا معاشرہ کراہ رہا ہے مگر حیرت تو اس بات پر ہے کہ اسکے باوجود بھی مسلم معاشرہ میں اس کا رواج عام سے عام ہوتا چلا رہا ہے۔ بلکہ اسکی اس سرعت اور تیزی کو دیکھکر تو یہی کہنا پڑتا ہے کہ ؎ "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی"۔ والی بات اس پر سو فیصد صادق آتی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ مسلمانوں کا رشتہ اپنے ایمان و عقیدہ سے اتنا کمزور کیوں ہو گیا ہے؟ شریعت تو اسے ناجائز و حرام بتا رہی ہے مگر مسلمان دولت و ثروت کی نمائش،

اور نام و نمود کی خاطر ان تمام احکامات کو فراموش کر دیتا ہے۔ حالانکہ ایسا اوقات اس کا جو خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے وہ غریبوں سے کہیں زیادہ مالداروں کے لئے جان لیوا ثابت ہوتا ہے۔

جہیز کی ہلاکت خیزیوں کا اس سے بڑھ کر دردناک پہلو اور کیا ہوگا کہ اسکے خونی پنجوں نے یتیم اور غریب بچیوں کی تمناؤں کا گلا دبوچ دیا، ارمانوں کا جنازہ نکالا اور عصمت و عفت کی باوقار کشتیوں کو ہوسناکیوں کے سمندر میں غرق کیا۔ ہاتھ پیلے ہونے کے ارمان نے نہ جانے کتنے والدین اور نامعلوم کتنی گلِ ناشگفتہ کو سرخ جوڑوں کی بجائے سفید چادروں میں لپیٹ دیا، ان غریبوں، یتیموں اور بے کسوں کی چیخ و پکار اور نالہ و فریاد سے معاشرہ سسک رہا ہے۔ حساس دل گھٹن محسوس کر رہا ہے مگر اربابِ دولت نشۂ دولت میں مست اور اپنی فلک بوس عمارتوں کی فکر میں بے خود ہیں۔ ایسی صورت میں انکے کانوں تک دل جلوں کی روح فرسا صدائیں کہاں پہنچ سکتی ہیں؟ ـــ حالانکہ اس وقت بہت سخت ضرورت ہے اس بات کی کہ سربرآوردہ افراد میدانِ عمل میں اتریں اور اپنی طاقت و قوت اور حکمت و دانائی سے مسلم سماج کو اس مہلک جراثیم سے پاک و صاف کریں۔

خوش حال لڑکیاں تو پیا گھر چلی گئیں
وہ صرف دیکھتی رہیں شہنائیوں کے خواب

(۶) طلاق کی زیادتی

خاروں سے پوچھئے نہ کسی گل سے پوچھئے
صدمہ چمن کے لٹنے کا بلبل سے پوچھئے

آج طلاق کی زیادتی سے مسلم معاشرہ جس ابتری کا شکار ہے اس پر جتنا بھی ماتم کیا جائے کم ہے۔ اسلام نے اپنے پیروکاروں کو زندگی گزارنے کے جو زریں اصول بتائے ہیں مسلمانوں نے انھیں پامال کر کے خود بھی اپنے لئے پریشانیوں کا طوفان کھڑا کر لیا ہے ساتھ ہی ساتھ اسلام پر بھی انگشت نمائی کا راستہ ہموار کر دیا۔ اسلام کے حیات آفریں

اور جامع قانون میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر میاں بیوی کے درمیان اتفاق کی کوئی صورت اور صلح وصفائی کی کوئی کرن نظر نہ آئے تو ایسی بھیانک صورت میں طرفین کو خوشگوار زندگی گزارنے کے لئے جدائی اختیار کرنے کی اجازت ہے۔ مگر آج اس اجازت سے ناجائز فائدہ اٹھاکر معمولی معمولی باتوں کی وجہ سے طلاق کی گولہ باری کر کے صنفِ نازک کا وجود خاکستر کردیا جاتا ہے جس کا نتیجہ ندامت وشرمندگی اور اسلام کی رسوائی کے علاوہ اور کچھ نہیں نکلتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسکی ہولناکیوں سے پورا سماج بے کلی کا شکار ہے۔ مگر اس کے باوجود بھی سماج کے ٹھیکیداروں کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی ہے۔

موت سے متعلق ناجائز رسمیں

موت سے کس کو رستگاری ہے   آج تمہاری کل ہماری باری ہے

انسان جب اس دنیا میں آیا ہے تو اسے ایک نہ ایک دن مرنا ہی ہے۔ یہ ایک ایسی اٹل حقیقت ہے جس سے دنیا کے کسی خطے کا کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا۔ پھر یہ کہ انسان کا جب کوئی عزیز، رشتہ دار اور قریبی گزر جاتا ہے تو اس پر رنج وغم کا ہونا فطری امر ہے جس سے ہر شخص کا سابقہ پڑتا ہے۔ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو جہاں عام حالات اور خوشی ومسرت کے اوقات گزارنے کے اصول بتائے ہیں وہیں پر رنج وغم اور دکھ و تکلیف کے اوقات بسر کرنے کے بھی طریقے بتائے ہیں۔

مگر آج قومِ مسلم کا حال یہ ہے کہ وہ جس طرح سے خوشی کے نشاط انگیز لمحات میں شریعتِ اسلامیہ کو پسِ پشت ڈال چکی ہے غمی کے ماحول میں بھی اسکے دامن میں پناہ لینے کی زحمت نہیں کرتی۔ حالانکہ اسلام کے دامنِ رحمت میں غمی کے حالات میں بھی صبر و سکون اور تسلّی وتشفی کے انمول طریقے ہیں۔ اس کے برعکس مسلمانوں نے غیروں کے رسم رواج میں پورے معاشرہ کو اس طرح جکڑ رکھا ہے کہ اس سے نکلنا گویا دونوں جہان کی

بربادی خیال کرتے ہیں ــــ تجہیز وتکفین سے پہلے اور بعد مسلم سماج میں ایسی بے شمار برائیاں ہیں جو بلاشبہ اسلامی اصول سے دوری اور غیروں کے رہن سہن سے متاثر ہونے کی علامت ہے۔ چند خرابیاں ذیل میں بیان کی جاتی ہیں۔

(۱) موت سے پہلے نزاع کی حالت میں آس پاس بیٹھے ہوئے لوگوں کا کلمہ اور تلاوت کے بجائے دنیاوی گفتگو میں مشغول رہنا۔

(۲) آثارِ موت دیکھ کر بلند آواز سے رونا بالخصوص عورتوں کا چیخنا چلانا اور رونا پیٹنا۔

(۳) موت کے بعد باہر سے آنے والوں کے انتظار میں تجہیز وتکفین میں بلاوجہ تاخیر کرنا۔

(۴) موت کے کئی روز بعد تک میت کے گھر والوں اور آئے ہوئے مہمانوں کے لئے رشتہ داروں کا کھانا بھیجنا۔

(۵) سوئم، چہارم، دسواں، بیسواں اور چالیسواں میں غرباء اور مساکین کے بجائے رشتہ داروں، برادری والوں اور مالداروں کو کھلانا۔

(۶) میت کے گھر تین روز کے بعد بھی رشتہ داروں کا دھرنا دینا، وہاں بیٹھکر ایک دوسرے کی برائی کرنا اور چائے پان سگریٹ اڑانا۔

(۷) چالیسویں دن روح کا گھڑا نکالنا یہ خالص ہندوانہ رسم کی نقالی ہے۔ اسلام میں اسکی کوئی اصل نہیں۔

(۸) میت کے غسل کی جگہ چالیس دنوں تک چراغ جلانا وغیرہ وغیرہ۔

یہ تو سب کے مشاہدے کی بات ہے کہ ان رسم ورواج کی ادائیگی میں میت کے گھر والوں کا دیوالیہ نکل جاتا ہے، روح نکلتے ہی پسماندگان کو ان رسوم کی ادائیگی کی فکر دامنگیر ہو جاتی ہے۔ اگر بروقت گھر میں روپئے موجود نہ ہوں یا کم ہوں تو سود پر روپئے لیکر وہ رسمیں ادا کی جاتی ہیں اور برادری کے ناز نخرے برداشت کئے جاتے ہیں۔

ان غیر اسلامی رسم ورواج کی بنیاد پر اسلام کو اتنا مشکل اور دشوار بنا دیا گیا ہے کہ خود ناخواندہ مسلمان ہی ان اصولوں کو دیکھ کر اسلام کی طرف سے بدگمانی کا شکار ہو جاتا ہے چہ جائے کہ دوسرے لوگ اس پر طعنہ زنی کریں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ان رسم و

رواج کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ۔ مگر پھر بھی نشانہ اسلام ہی بنتا ہے ۔ اگر یہی بات کسی مسلمان کو سمجھانے کی کوشش کی جائے تو جواب ملتا ہے کہ ہم کیا کریں یہ برادری کی رسم ہے اگر ہم ایسا نہ کریں گے تو رشتہ دار ناراض ہو جائیں گے ۔ برادری میں پھوٹ پڑ جائے گی اور دبے لفظوں میں یہ بھی کہہ دیا کرتے ہیں کہ میری ناک کٹ جائے گی اس لئے چاہے جیسے بھی ہو یہ رسمیں تو پوری کرنی ہی ہیں ۔

یہ ہے نظریہ اور جواب امتِ مسلمہ کے ان جیالوں کا جن کی گردنیں صرف اور صرف خدائی احکام کے سامنے جھکنی چاہئے تھیں مگر بجائے اس کے سماج اور برادری کے سامنے جھک رہی ہیں یہی وجہ ہے کہ آج نت نئے خیالات اور معمولات زور پکڑتے جا رہے ہیں ۔ مگر اس کے باوجود بھی کسی کے اندر لب کشائی کی جرأت نہیں ۔ اگر قوم کے ذمہ دار اور باخبر حضرات اسی طرح اپنے فرضِ منصبی کی ادائیگی سے پہلو تہی اختیار کرتے رہے تو وہ دن دور نہیں کہ اسلام صرف ناموں میں محصور ہو کر رہ جائے اور بس! اسلئے حق کی حمایت اور باطل کے خاتمہ کے لئے سینہ سپر ہو کر میدانِ عمل میں اترنے کی ضرورت ہے ۔

چند متفرق اہم مسائل

ہو علم تو پھر کیا نہیں قبضے میں تمہارے :: تم چاہو تو جنگل کو بھی گلزار بنا دو

تعلیم کی کمی

یہ ایک مسلّم الثبوت حقیقت ہے کہ کوئی بھی قوم اس وقت تک ترقی یافتہ نہیں کہی جا سکتی جب تک کہ وہ علم کی لازوال دولت سے مالا مال نہ ہو اور مسلمانوں کی حرماں نصیبی یہ ہے کہ وہ اس میدان میں بھی دنیا کی تمام قوموں میں سب سے پیچھے ہیں ۔ حالانکہ یہ مشاہدہ کی بات ہے کہ وہ قوم جس کے لئے ذلت و مسکنت لازم قرار دے دی گئی تھی جب حصولِ تعلیم کی طرف اس نے اپنے عنانِ خیال کو مہمیز لگایا تو وہ آفتاب و ماہتاب کی طرح چمکنے لگی ۔ آج ہر جگہ اس کا شہرہ اور دبدبہ ہے مگر وہ قوم جس کے گھر میں علم کی پیدائش ہوئی، تہذیب و تمدن جس کے گھر پروان چڑھی وہی اس سے محروم ہے ۔

دینی تعلیم

یوں تو مسلمان دینی اور دنیاوی ہر دو تعلیم میں پیچھے ہے مگر عصرِ حاضر

میں دینی تعلیم سے جو بے اعتنائی اور بے رغبتی برتی جارہی ہے یہ قوم مسلم کے لئے بہت ہی تشویشناک ہے۔ دینی تعلیم کے فقدان ہی کا نتیجہ ہے کہ آج مسلمانوں کا قومی وملی تشخص مٹایا جارہا ہے مگر کسی کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی اور اس حقیقت سے بھی انکار کی گنجائش نہیں کہ آج مسلم معاشرہ میں پھیلی ہوئی بے شمار برائیوں کی جڑ دینی تعلیم سے عدم واقفیت ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام نے معاشرہ کو منور ومجلی رکھنے کے لئے معاشرہ کے ہر ہر فرد کے لئے حصولِ علم کو فرض قرار دیا ہے ؂

اس دور میں تعلیم ہے امراضِ ملت کی دوا: ہے خونِ فاسد کے لئے تعلیم مثل نیشتر

حالات اتنے بدل چکے ہیں کہ اگر کہیں دینی تعلیم کی گفتگو کی جاتی ہے تو کچھ لوگوں کے کان کھڑے ہوجاتے ہیں وہ لوگ دنیاوی تعلیم ہی کو ترقی کی بنیاد سمجھتے ہیں اسکے برعکس دینی تعلیم کو ترقی کی راہ میں راستے کا پتھر یا سب سے بڑی رکاوٹ خیال کرتے ہیں۔ یہ نظریہ سراسر غلط اور گمراہ کن ہے۔ کیا ان لوگوں کی نظریں ان قوموں پر نہیں جو قرآن وحدیث کے معانی میں غور وفکر کرکے ترقی کے بامِ عروج پر پہنچ گئیں اور مسلمان ہیں کہ ان کو چھوڑکر نکبت وافلاس کے غارِ عمیق میں جا پڑے۔ اور چراغ تلے اندھیرا کی عملی تفسیر بن کر رہ گئے قومِ مسلم کے لئے یہ بہت بڑا المیہ ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ بغیر دینی تعلیم حاصل کئے ترقی کی طرف پیش قدمی کرنا ایک خواب ہے کیونکہ ترقی کا صرف یہ مطلب نہیں کہ انسان، وکیل بیرسٹر، کلکٹر، جج۔ وزیرِ اعظم یا صدرِ جمہوریہ بن جائے۔ بلکہ حقیقی ترقی یہ ہے کہ انسان صحیح معنوں میں انسان بنے اور انسانیت کے جوہر سے آراستہ وپیراستہ ہو اور ان سبھوں کے ساتھ دین سے بھی اطمینان بخش طریقے پر واقف ہو کیونکہ دنیاوی آرائش وزیبائش تو فقط چند روزہ ہے اسکی تمام ترقیاں فانی ہیں حقیقی ترقی تو آخرت کی ترقی وکامرانی ہے۔ رب کا ارشاد ہے۔

فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ	جو آگ سے بچا کر جنت میں داخل کیا گیا وہ
فَقَدْ فَازَ (آل عمران ۱۸۵)	مراد کو پہنچا۔ (کنزالایمان)
وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا	اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور ڈرتے

لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ (الاعراف ۹۶)

تو ضرور ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتیں کھول دیتے۔ (کنزالایمان)

دنیاوی تعلیم

اب اس کا یہ مطلب نہیں کہ دینی تعلیم کی طرف مائل کرکے دنیاوی تعلیم سے بیزار کرنے کی کوشش کی جارہی ہے بلکہ مقصد صرف اتنا ہے کہ دین کی معتد بہ تعلیم بھی ضروری ہے اور شریعت کی رو سے اسی مقدار فرض بھی ہے اس کے بعد دنیاوی تعلیم چاہے جتنی حاصل کی جائے اس پر کوئی پابندی نہیں۔ بلکہ وقت اور حالات کے پیش نظر مسلم نوجوانوں کو ڈاکٹر اور وکیل بھی بننے کی ضرورت ہے اور انجینئر اور سائنسداں بھی، فوجی کمانڈر بھی بننے کی ضرورت ہے، اور ملکی لیڈر بھی، ایمان وعقیدہ کی پختگی اور عمل صالح کی پابندی کے ساتھ دنیاوی تعمیر وترقی اسلام کے نظریۂ جہاں بانی میں شامل ہے۔

مگر حالیہ مردم شماری کی جو رپورٹ ہمارے سامنے ہے اسے دیکھنے کے بعد دل کراہ اٹھتا ہے کیونکہ اس سے پہلے والی رپورٹ کے مطابق ۴۸ فیصد مسلم آبادی تعلیم یافتہ تھی لیکن اس رپورٹ میں وہ تعداد کم ہوکر ۴۴ پر چلی آئی ہے۔ خطرہ یہ ہوگیا ہے کہ اگر مسلمانوں کی تعلیمی رفتار یہی رہی تو چند سالوں بعد پوری قوم میں دو چند افراد ہی تعلیم یافتہ مل سکیں گے۔

لڑکیوں کی تعلیم

تعلیم لڑکیوں کی ضروری تو ہے مگر
خاتونِ خانہ ہو وہ سبھا کی پری نہ ہو

معاشرہ کی صحت وتوانائی اور تعمیر وترقی میں آج کی "لڑکی" اور کل کی "ماں" کا بہت اہم رول ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے تو شاید بیجا نہ ہوگا کہ آئندہ نسل کی تعمیر وتربیت کا سارا دارومدار اسی صنفِ نازک پر ہے۔ اس لئے اسکی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اسلام نے اسکی دعوت بھی دی ہے۔ مگر اس اعتبار سے بھی مسلمانوں کی حالت ناگفتہ بہ ہے اور مسلمانوں میں تعلیم کا رواج ہی نہیں، اور اگر کچھ ہے بھی تو بجائے مذہبی تعلیم دلانے کے عصری اسکولوں اور درسگاہوں کی تعلیم دلائی جارہی ہے جہاں بے حجابی

عریانیت اور مذہب بیزاری کا زہر دل و دماغ میں اتارا جاتا ہے۔ آج کے اس دور میں کم از کم اس کی مثال پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔
یہ ایک نہایت ہی اہم اور نازک پہلو ہے جس پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔

حالاتِ حاضرہ سے بیگانگی

وہ وقت آگیا ہے کہ ساحل کو چھوڑ کر ... گہرے سمندروں میں اتر جانا چاہئے۔

دانشوروں کا قول ہے "جو اپنے زمانے کے حالات سے بے خبر ہو وہ جاہل ہے" اس جہالت کا زندہ نمونہ آج کا مسلم معاشرہ ہے۔ اسلام دشمن عناصر دنیا کی بڑی بڑی میڈیائی مراکز پر قابض ہیں بلکہ یہ ادارے اور مراکز خود انہیں کے قائم کردہ ہیں جہاں سے ہر صبح و شام اسلام کے خلاف زہر افشانی کی جاتی ہے مسلمانوں کے عقائد پر شب خوں مارا جاتا ہے۔ غلط پروپیگنڈہ کے ذریعے مسلمانوں کے خلاف نفرت کا ماحول بنایا جاتا ہے۔ کبھی سیاسی محاذ پر شکست کی پلاننگ بنائی جاتی ہے اور کبھی معاشی دیوالیہ کا منصوبہ بنایا جاتا ہے دنیا ہمارے علم و حکمت (قرآن و حدیث) کے سرچشمہ سے چاند پر کمنڈ ڈال رہی ہے، سورج کی شعاعوں کو مقید کر رہی ہے، فضاؤں کا سینہ چیر رہی ہے۔ خلاؤں کی وسعت ناپ رہی ہے اور اپنی دانشمندی کا لوہا منوا رہی ہے۔ مگر یہ قوم مسلم ہے کہ اسے کچھ خبر ہی نہیں۔ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی مفلس و کنگال ہے۔ اسے اس سے کوئی غرض نہیں کہ اقتدارِ اعلیٰ کس کے ہاتھ میں ہے اور ہماری اسکے سامنے کیا حیثیت ہے؟ آج دنیا میں اسلام کے نام لیواؤں کے خلاف کیا کچھ نہیں ہو رہا ہے مگر مسلمانوں کو اس وقت پتہ چلتا ہے جب پانی سر سے اوپر اٹھ چکا ہوتا ہے اور سیلاب بلا اپنی تندی سے ہر خس و خاشاک کو بہا چکا ہوتا ہے۔ اب ایسے وقت میں سوائے کفِ افسوس ملنے یا لاحاصل واویلا مچانے کے اور کیا ہو سکتا ہے؟ زندہ قومیں کبھی اپنے گرد و پیش سے بے خبر نہیں رہا کرتی ہیں بلکہ حالاتِ حاضرہ سے باخبر رہنا اور اپنے خلاف کی جانے والی

خفیہ سازشوں کا بروقت تدارک کرنا زندہ قوموں کی علامت ہے۔

مسلم سماج کی بےحسی اور حالاتِ حاضرہ سے عدم دلچسپی کی اس سے بڑھ کر دلیل اور کیا ہوگی کہ ملک میں پچیس کروڑ کی مسلم آبادی ہونے کے باوجود پورے ملک میں معیاری اور غیر جانبدار اخبار و جرائد کی قحط سالی ہے۔ ذرائع ابلاغ تک نہ دسترس اور نہ ہی اس کا کوئی معقول بند و بست۔ مسلم سماج کے افراد اور نئی نسل کے نوجوان اردو اخبار و جرائد اور مسلمانوں کی ادارت میں شائع ہونے والے روزناموں اور ماہناموں کو ہاتھ لگانا کسرِ شان سمجھتے ہیں جبکہ غیروں کی غلط رپورٹوں کو بڑے جذبہ اور شوق سے پڑھتے ہیں۔ یہ مسلمانوں کی فکری پسماندگی کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے؟

قوتِ فکر و عمل پہلے فنا ہوتی ہے
تب کسی قوم کی شوکت پہ زوال آتا ہے

اجتماعیت کا فقدان

ایک ہو جائیں تو بن سکتے ہیں خورشید مبیں :: ورنہ ان بکھرے ہوئے ذروں سے کیا کام بنے

اجتماعی زندگی، آپسی بھائی چارگی، باہمی تعاون اور اتحاد و اتفاق کا جو نظریہ اسلامی تعلیمات میں موجود ہے دنیا کا کوئی مذہب اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے قرآنِ کریم اور احادیثِ مبارکہ میں جگہ جگہ اجتماعیت کی تاکید کی گئی ہے مگر اسکے باوجود بھی مسلمانوں کے اندر اجتماعی زندگی کا دور دور تک نام و نشان نہیں حالانکہ اس کے جو مضر اثرات ہیں وہ انفرادی اور قومی ہر دو اعتبار سے محسوس کئے جاسکتے ہیں۔ قوم مسلم جب تک بنیان مرصوص کی طرح رہی دنیا پر اس کی سیادت و قیادت کا پرچم لہراتا رہا مگر جب آپسی خانہ جنگیوں کا دور شروع ہوا تو مسلمانوں کی عظمت و شوکت خاکستر ہوگئی اور آج وہ دن دیکھنے کو مل رہے ہیں ماضی میں جن کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا اسلئے انفرادیت کا خاتمہ کرکے اجتماعیت کو پروان چڑھانے کی ضرورت ہے۔

قیادت کا فقدان

سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

آج مسلم سماج میں بڑھتی ہوئی بے راہ روی اور غلط کاری کی ایک اہم وجہ قوم مسلم کے اندر قیادت کا فقدان ہے۔ ملکی اور بین الاقوامی سطح پر جس سرعت سے سیاسی تغیرات ہو رہے ہیں اور دنیا کی ساری قومیں جس طرح سے اپنے مرکز اور کمین گاہ کی طرف رجوع کر رہی ہیں اس کا تقاضہ تو یہ تھا کہ مسلمانوں کا سیاسی شعور اور قائدانہ نظام اوج کمال پر ہوتا اور اس قوم کا مرکز سب سے مضبوط اور مستحکم ہوتا مگر یہاں تو معاملہ بالکل الٹا ہے۔ آج مسلمانوں کے پاس نہ تو ملکی قیادت ہے نہ صوبائی حد تو یہ ہے کہ ضلعی اور مقامی قیادت سے بھی محروم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج مسلم معاشرہ میں سیاسی ملکی اور سماجی مسائل اتنی کثرت سے جنم لے چکے ہیں کہ ان سے نمٹنا مشکل ہو گیا ہے قوم مسلم کے لئے اس سے بڑا المیہ اور کیا ہوگا کہ مادرِ وطن میں اتنی کثرت کے باوجود ایوانِ مملکت میں آوازِ حق بلند کرنے والا کوئی مجاہد موجود نہیں اگر کچھ لوگ ہیں بھی تو بجائے اس کے کہ وہ قومی ہمدردی اور خلوص وللہیت کے ساتھ قیادت کی ذمہ داری نبھاتے ہوئے اربابِ اقتدار کو مسلم مسائل کی طرف متوجہ کرتے خود ان کی کاسہ لیسی کر کے ملت کی عظمت و عزت کا سودا کرنے میں دریغ نہیں کرتے ـــــ عوام پریشان ہے سیدھے سادے لوگ در در کی ٹھوکریں کھاتے پھر رہے ہیں کہ آخر کریں تو کیا کریں۔ حوادثِ زمانہ کی نیرنگیاں اتنے تجربات عطا کر چکی ہیں جنکے تناظر میں ہم اپنے قائدین کے بے نقاب چہرے مشاہدہ کر سکتے ہیں۔

بھلا یہ کتنی حیرت اور تعجب کی بات ہے کہ جس قوم کو روزانہ پانچ وقت ایک قائد کی قیادت میں اپنی سب سے اہم ذمہ داری ادا کرنے کا حکم دیا گیا، سال میں ایک مرتبہ ایک مرکز و

محور پر جمع ہونے کی تاکید کی گئی ہے۔ آج اسی قوم کے افراد قائد سے محروم ہیں اسی سماج میں قیادت کا فقدان ہے۔ دوسری قومیں اسلام کے نظریۂ قیادت سے مستفید ہو کر دنیا پر حکومت کر رہی ہیں، مگر خود مسلمانوں کے اندر قیادت مفقود ہے بلاشبہ مسلمانوں کی موجودہ حالتِ زار پر حیرت بھی محوِ حیرت ہے۔

ایسی صورت میں اس قوم سے کسی انقلاب آفریں قدم اٹھانے کی توقع کی جاسکتی ہے؟ —— یہ ایک ایسا سوال ہے جو ملّتِ اسلامیہ کے لئے فوری توجہ کا طالب ہے۔

فلاحی اداروں کی کمی

اجتماعی زندگی کے فقدان کا نتیجہ ہے کہ آج مسلم معاشرہ رفاہی اور فلاحی اداروں سے خالی ہے پورے ہندوستان میں اگر بمشکل تمام دو چار ادارے مل بھی جائیں تو بس یونہی برائے نام —— حالانکہ معاشی ترقی اور اقتصادی زبوں حالی کو دور کرنے کے لئے ایسے اداروں کی جو ضرورت ہے اس سے ہوشمند انسان انکار نہیں کرسکتا، نیز یہ کہ ایک ایسی قوم کے لئے حکومت جس کی بدخواہ اور دوسری قومیں جسکی معاشی و اقتصادی کمر توڑنے کے لئے ہمہ وقت تیار ایسے اداروں کی ضرورت تو نقطۂ عروج کو پہنچ جاتی ہے۔ مگر اس کے باوجود بھی مسلم معاشرہ میں ایسے اداروں کا رواج نہیں۔ آج کے اس شر و فساد کے دور میں کسے یہ معلوم نہیں کہ اسلام دشمن عناصر کی ریشہ دوانیوں سے ملک میں جب منافرت کی آگ بھڑکتی ہے تو اس میں مسلمانوں ہی کا جانی و مالی نقصان ہوتا ہے۔ ان روح فرسا حالات میں اربابِ حکومت مگرمچھ کی طرح آنسو بہا کر خاموش ہو جاتے ہیں، نتیجہ کچھ نہیں نکلتا۔ تباہ حال افراد اپنی تباہی و بربادی کا ماتم کرتے رہتے ہیں کوئی ان کا غمگسار اور پرسان حال نہیں۔ مستزاد یہ کہ سرکاری نوکریوں میں بڑھتی ہوئی اقرباء پروری، نسل پرستی اور عصبیت کی وجہ سے مسلمانوں میں بے روزگاری بڑھتی جارہی ہے نتیجۃً نہ انکے پاس وسائل ہیں نہ سرمایہ۔ نہ کوئی ان کا تعاون کرنے والا ہے نہ امداد۔ ایسی صورت میں

پیٹ کی آگ اور بال بچوں کی چیخ و پکار اپنوں کے ساتھ ساتھ غیروں کے سامنے بھی کا منہ گدائی پھیلانے پر مجبور کر دیتی ہے۔

ان کی مجبوری تو قابلِ توجہ ہے ہی مگر اس سے کہیں بڑھکر قوم کے اصحاب ثروت اور با اثر افراد کی بے حسی لائقِ ماتم اور قابلِ غور ہے ـــــ غیور قوم کے باغیرت افراد کے لئے یہ مناظر یقیناً ندامت و شرمندگی کا سبب ہیں۔

اگر مسلمان تعاونوا علی البر والتقویٰ کے فارمولے پر عمل پیرا ہوتے تو ملک میں ایسے اداروں کا جال بچھا ہوتا اور معاشی طور پر مسلمانوں کی کبھی ایسی حالت نہ ہوتی ـــــ ان نازک حالات کے پیشِ نظر قومی غیرت و حمیت کا احساس کرتے ہوئے مناسب قدم اٹھانے کی ضرورت ہے ـــــ کیونکہ اگر قومی عظمت باقی نہیں تو انفرادی شوکت کس کام کی؟

کس کی غفلت کس کی کوتاہی؟

تم اپنے تغافل کا گلہ کیوں نہیں کرتے   کیوں دیتے ہو الزام میرے دیدۂ تر کو

گذشتہ صفحات میں سرسری طور پر معاشرہ کی پستی کے جو کچھ اسباب بیان کئے گئے ہیں جب ان کا تحقیقی جائزہ لیا جاتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ معاشرہ کے بگڑنے کی ذمہ داری کسی ایک فرد یا ایک طبقہ پر ڈالنا مناسب نہیں بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اسکے پیچھے ملتِ اسلامیہ کے ہر ایک فرد کا ہاتھ ہے۔ خواہ وہ سیاست داں ہوں یا تجارت پیشہ نوکری کرنے والے ہوں یا مزدوری، عوام ہوں یا علماء اِلّا ماشاءاللہ سب اس میں شریک ہیں۔ ہر طبقہ دوسرے پر۔ چھوٹا بڑے پر۔ مرد عورت پر اپنی ذمہ داری کا بوجھ ڈال کر خود کو بری الذمہ تصور کرے یہ بڑی غلطی اور سخت نادانی ہے۔

اگر فکر و نظر کا زاویہ اسی راہ پر چلتا رہا تو کسی صالح انقلاب کی توقع خواب و خیال تو ہو سکتا ہے مگر حقیقت میں ایسا ممکن نہ ہوگا۔ اسلئے بجائے خود معاشرہ کے

ہر ایک فرد کو امانت داری اور سچائی کے ساتھ اپنا اپنا احتساب کرنے کی ضرورت ہے۔

معاشرہ کی ابتری اور پستی کے یہ چند اسباب بیان کئے گئے جن سے کسی کو انکار کی گنجائش نہ ہوگی ــــ اسی کے ساتھ معاشرہ کی صحت و توانائی اور فروغ و ارتقاء کے لئے چند "اصلاحی تدابیر" پیش کی جارہی ہیں جن پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا اور پھر عملی طور پر بروئے کار لانا از حد ضروری ہے کیونکہ عملی اقدامات کے بغیر عمدہ سے عمدہ تدبیریں زینتِ قرطاس تو بن سکتی ہیں مگر انقلاب کی پیامبر نہیں۔

اس لئے دردمندانِ ملت سے گزارش ہے کہ حتی المقدور ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ خدا معین و مددگار رہے۔

یہ کتاب
ہندی میں بھی
موجود ہے۔

منجانب
مکتبہ نعیمیہ دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو احساس جس کو آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

اصلاحی تجاویز

اٹھ اے ندیم! اک رنگِ جہاں بدل ڈالیں
زمیں کو تازہ کریں آسماں بدل ڈالیں

ہاتھ پہ ہاتھ دھرے شکوۂ قسمت کیسا
ضربِ مرداں سے اگل دیتا ہے پتھر پانی

وہ وقت آگیا ہے کہ ساحل کو چھوڑ کر
گہرے سمندروں میں اتر جانا چاہیے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؀

آخر یہ کیا بات ہے کہ جو انسان

- آسمان کی رفعتوں کو زیرِ قدم روند سکتا ہے
- سرِ فلک پہاڑوں کو پاش پاش کر سکتا ہے
- تلاطم خیز لہروں کا رخ موڑ سکتا ہے
- سورج کی کرنوں کو مقید کر سکتا ہے
- چاند پر کمند ڈال سکتا ہے
- فضاؤں کا سینہ چیر سکتا ہے

مگر۔ وہ۔

اصلاحِ معاشرہ کا کام نہیں کر سکتا

اگر کر سکتا ہے تو **کون اور کیسے؟**

جواب جاننے کے لئے آنے والے صفحات کا مطالعہ کیجئے اور فکر و نظر کی دنیا میں ایک تہلکہ خیز انقلاب کا جائزہ لیجئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منزل کی طرف

سمجھ لو دنیا کو اپنی سنوارنے والو!
ہو مختصر جہاں رہنا وہ گھر نہیں ہوتا

موجودہ دور میں جب کوئی درد مند انسان "اصلاح معاشرہ" کی عملی تجاویز پر غور کرتا ہے تو اس کے سامنے بڑی بڑی مشکلیں آہنی دیوار کی طرح کھڑی نظر آتی ہیں۔ فکر واعتقاد اور کردار و عمل کے درمیان ایسی خلیج نظر آتی ہے جس کا پاٹنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں ــ مگر اچانک کہیں سے ہاتف غیبی کی صدائے پُرعزم کانوں سے ٹکراتی ہے۔

بے خبر تو آئینہ جوہر ایام ہے ۔ تو زمانے میں خدا کا آخری پیغام ہے

اس کے کان کھڑے ہو جاتے ہیں، رگ و ریشہ میں حرکت پیدا ہوتی ہے اور پھر ایک نئے عزم و حوصلہ اور جذبۂ و ولولہ کے ساتھ کھڑا ہو کر سوچتا ہے۔

ڈھونڈ ہی لیں گے کبھی منزل گم گشتہ کو
ہم نے سیکھا نہیں ٹھوکر سے ہراساں ہونا

اب جب وہ سرفروشانہ جذبات کے ساتھ میدانِ عمل میں اترتا ہے تو سب سے پہلے جو چیز اپنی طرف متوجہ کرتی ہے وہ یہ کہ کیا وہ تمام لوگ جو ہمارے ساتھ ایک ہی فضا میں سانس لیتے ہیں اور ایک ہی ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں ان تمام کا نصب العین، دستور حیات اور لائحہ عمل ایک ہی ہے یا اس میں کچھ اختلاف ہے؟ جواب ملتا ہے نہیں ہرگز نہیں بلکہ اس روئے زمین پر مختلف قومیں ہیں ان کے مختلف عقائد و نظریات اور تصورات و خیالات ہیں، ایسی صورت میں وہ عمومے کو

پیشِ نظر رکھ کر پورے انسان کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے ایک وہ جو صحیح معنوں میں اسلام کے شیدائی اور پیروکار ہیں اور دوسرے وہ جو دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔ سردست یہاں پر دوسری قسم سے بحث نہیں کہ ان کے اور ہمارے درمیان زمین آسمان کا فرق ہے۔ ان کے لئے دنیاوی زندگی کی ترقی ہی حاصلِ زندگی ہے۔ دنیاوی زندگی کی رنگینیاں ہی ان کے لئے سب کچھ ہے۔ چند روزہ زندگی میں وہ آزاد ہیں بالکل آزاد۔ پھر اس کے بعد آخرت میں ان کے لئے کوئی حصہ نہیں اور اگر کچھ ہے بھی تو جہنم کے دہکتے ہوئے شعلے اور وہاں کا دائمی عذاب۔ اس کے برعکس ایک مسلمان اپنی دنیاوی زندگی میں دستورِ الٰہی کا پابند ہے۔ اس کی پوری زندگی شرعی اصول و ضوابط کے دائرہ میں محصور ہے اس کی زندگی کا ماحصل صرف دنیاوی زندگی ہی نہیں بلکہ اس سے کہیں بڑھکر اسے حیاتِ اُخروی کی تیاری و تکمیل ضروری ہے جہاں اس کے لئے ہر قسم کی آسائش اور آرام کا اہتمام کیا گیا ہے جنّت کی حور و غلمان اور وہاں کی تمام سہولتیں جس کے انتظار میں نگاہِ شوق وا کئے بیقرار ہیں۔ اب اتنے واضح فرق کے باوجود ایک مسلمان بھی بعینہٖ ویسی ہی زندگی گزارے جو کفار و مشرکین سے صورۃً مشابہ ہو تو پھر بھلا اُخروی زندگی کی کامیابی کیسے حاصل کی جا سکتی ہے؟

نبیٔ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جس معاشرہ میں آنکھیں کھولیں، آپ کو جس قوم سے سابقہ پڑا اور اس وقت عرب کے جو حالات تھے اس کی تفصیل بتانے کی ضرورت نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کے اندر روحانی قوت کو بدرجۂ اتم بیدار کر دیا تھا وہ اسطرح کہ آپ نے انھیں اخلاقِ حسنہ کا عادی بنا کر ان کے زنگ آلود دلوں کو کردار و عمل کے جوہر سے صیقل کر دیا تھا جس کے نتیجے میں ان کے اندر ہر طرح کی اچھائی مثلاً صدق، دیانت، راست بازی، جذبۂ ایثار و قربانی، عدل و انصاف، اخوت و مودت، شفقت و محبت، ہمدردی و غمگساری، تہذیب و اخلاق، ادب و احترام اور حقوق و فرائض کی ادائیگی کا مکمل احساس اجاگر ہو چکا تھا۔ غرضیکہ ایک ایسا

قابل رشک معاشرہ جس کی نظیر نہ تو سابق میں پیش کی جا سکتی ہے اور نہ اس کے بعد
یہ سب ثمرہ تھا اس مقدس رسول کی عملی تعلیم و تحریک کا جن کا فرمان ہے
بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ میں اخلاقِ حسنہ کی تکمیل کیلئے مبعوث کیا گیا ہوں۔

آج ہم کو ویسا ہی بارعب اور پرسکون معاشرہ بنانے کے لئے ہر شعبۂ زندگی میں ان کی تقلید کرنی ہوگی اور پوری دنیا سے منہ موڑ کر ان کی حکمتِ عملی کو اپنانا ہوگا جن کی وجہ سے یہ سارے انقلابات برپا ہوئے۔ ان کا اجمالی بیان نہایت مختصر انداز میں حسبِ ذیل ہے۔

خود احتسابی سب سے پہلے معاشرہ کے افراد کو خود احتسابی کے مرحلہ سے گزرنا ہوگا۔ اس میں خاص طور سے یہ دیکھنا ہے کہ رات و دن میں ہم کتنا کام خوشنودئ رب اور رضائے رسول کے لئے کرتے ہیں اور کتنا صرف اور صرف اپنی ذات کے لئے؟ ظاہر سی بات ہے اس دورِ زبوں حالی میں اکثریت کے اکثر اوقات ذاتی مفاد اور اپنے ہی اغراض و مقاصد میں گزرتے ہیں۔ اب ایسی صورت میں ہمیں سب سے پہلے اپنے طریقہ کار میں تبدیلی لانا ہوگی کیونکہ جب تک معاشرہ کے تمام افراد اپنی اپنی زندگیوں میں بدلاؤ نہ لائیں گے اس وقت تک معاشرہ صالح انقلاب کا امین نہیں بن سکتا۔ مگر آج معاشرہ جس پر خطر دور سے گزر رہا ہے اس میں بظاہر یہی چیز سب سے اہم اور مشکل ترین ہے کہ انسان اپنی خامیوں پر نگاہ کرے اور انھیں دور کرنے کی تدبیر اپنائے حالانکہ یہ بظاہر ہی مشکل ہے۔ درحقیقت کوئی مشکل مسئلہ نہیں بس ذرا سوچ و فکر کی دنیا میں تبدیلی لانے اور عزم و ہمت سے کام لینے کی ضرورت ہے اور دل میں یہ یقین پیدا کر لینا ہے کہ ہمیں برائیوں کا خاتمہ کرنا ہے۔ جب یہ یقین پیدا ہو جائے گا تو مشکلیں خود بخود چھٹتی چلی جائیں گی کیونکہ

یقیں افراد کا سرمایۂ تعمیرِ ملت ہے ✻ یہی قوت ہے جو صورت گرِ تقدیرِ ملت ہے

آج مسلمانوں کی دینی اور روحانی قوت شیطانی قوت سے مغلوب ہو چکی ہے شیطان پوری چابکدستی سے دلوں میں مکین ہو چکا ہے، اس کو

نکال باہر کرنے کے لئے اس قوت کو بروئے کار لانا ہوگا جسے ایمانی قوت کہا جاتا ہے
جب یہ قوت پوری آب و تاب کے ساتھ نہاں خانۂ دل میں اپنی جگہ بنالے گی تو ہم
ساری مخالفتیں اور دشواریاں خود بخود گھٹنے ٹیکتی نظر آئیں گی۔ شرط یہ ہے کہ انسان
پہلے اس کی کوشش کرے۔

راہ خود بڑھ کے بتاتی ہے نشانِ منزل
چلنے والا کبھی تو ہو کوئی گردشِ ایام کے ساتھ

خود احتسابی کا یہ جذبہ اسی وقت پیدا ہوگا جبکہ انسان اپنے دل میں

خوفِ خدا

خدا کا ڈر پیدا کرے اور اس پہلو پر غور کرے کہ پروردگارِ عالم نے جب زندگی کی نعمتِ عظمیٰ سے سرفراز کیا ہے تو آیا اس کا بھی کچھ حق ہے یا نہیں؟ اس پہلو پر غور کرنے کے بعد ہی خدا کی عظمت اور اس کے فضل و احسان کا اندازہ ہوتا ہے اور انسان کے اندر ڈر اور خشیت کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔

عشقِ رسُول

عشقِ رسول کی چاشنی اسی وقت محسوس ہوگی جبکہ رسولِ گرامی وقار صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی سے غایت درجہ کی الفت ہوگی اور زبانی جمع خرچ کی بجائے عملی طور پر آپ کے اُسوۂ حسنہ کو زندگی میں اتارنے کی کوشش کی جائے گی۔ ماضی کی تاریخی شہادتیں ہمیں بتاتی ہیں کہ جب تک لوگ صحیح معنوں میں رسول اللہ کی تعلیمات کو اپنا حرزِ جان بنائے رہے فتح و کامرانی ان کے قدم چومتی رہی اور عزت و عظمت در پر گدایانہ کھڑی رہی اور جب سے اس سے پہلو تہی اختیار کرنے لگے ذلّت و خواری کی طرف بڑھتے چلے گئے ورنہ تو محبتِ رسول فاتحِ عالم ہے۔ بقولِ اقبال۔

یقیں محکم عمل پیہم محبت فاتحِ عالم   جہادِ زندگانی میں ہے یہ مردوں کی شمشیریں

آج پھر محبتِ رسول میں ڈوب کر روحانی قوت کو از سرِ نو زندہ کرنے اور طاقتور بنانے کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے گذشتہ صفحات میں معاشرہ کی بربادی کے جو اسباب بیان کئے ہیں ان سے مکمل اجتناب کے ساتھ مندرجہ ذیل امور پر عمل کرنا ضروری ہے۔

الف ——— فرائض و واجبات کی پابندی۔

ب ——— سنن و مستحبات کی ادائیگی۔

ج ——— قرآن حکیم کی تلاوت۔

د ——— ذکر الٰہی و اوراد و وظائف کی کثرت۔

ھ ——— سیرت نبوی، سیرت صحابہ، مجاہدین اسلام اور بزرگان دین کی سیرت و سوانح کا مطالعہ۔

اسلامی تعلیمات پر عمل

معاشرہ میں صالح انقلاب برپا کرنے کے لئے اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا نہایت ضروری ہے۔ انسانی سوچ و فکر، انسانی دستور حیات اور انسانی لائحہ عمل نہ تو ماضی میں دنیا کو پرسکون رکھ سکا ہے اور نہ ہی اب ——! اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام امن کا پیامبر، سکون کا نقیب اور عزت و عظمت کا محافظ ہے۔ اس لئے آج بھی پوری دنیا کو اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی کے دامن میں ابدی سکون اور دائمی نجات ہے۔

آنکھ والوں پر ہے روشن یہ حقیقت آج بھی
اہلِ عالم کو ہے قرآں کی ضرورت آج بھی
اے مسلماں! اس طرف آ تیرگی کو چھوڑ دے
شمع منزل ہے نبی کی پاک سیرت آج بھی

اخلاقی خوشحالی کے بنیادی اسباب

اسلامی اقدار کے فروغ دار تقار میں اسلامی سپوتوں کے اخلاق و کردار کا نمایاں مقام ہے۔ اسلام اپنی ہمہ جہت اخلاقی خوبیوں ہی کی بنیاد پر ترقی کے بام عروج پر پہونچا۔ حسنِ اخلاق ایک ایسا جوہر ہے جس کی توانائی پتھر دل انسان کو پانی کر کے قدموں پر جھکا دیتی ہے۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے مخالفوں اور دشمنوں سے جس حسنِ اخلاق کا مظاہرہ کیا تاریخ عالم اسکی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ آپ کی دعوت کی حقانیت کے ساتھ یہ وہ بنیادی عنصر تھا جس کی بدولت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تئیس سالہ قلیل مدت میں دنیا کی تاریخ کا سب سے عظیم دیرپا اور مفید انقلاب برپا کر دیا اور جب تک یہ اسپرٹ آپ کے پیروکاروں میں موجود رہی اسلام کی باد بہاری صحرا کو بھی گلزار بناتی رہتی یہاں تک کہ اسلام کی ضوبار کرنوں سے روئے زمین کا گوشہ گوشہ منور ہو گیا۔ آج جب کہ امت مسلمہ مائلِ بزوال اور مسلم معاشرہ بدامنی و بے اطمینانی کا شکار ہے۔ امت کے ہر فرد کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ اپنے آپ کو اخلاقِ حسنہ کے زیور سے آراستہ کر کے ایک مومن کامل کے سانچے میں ڈھال لے۔ اس کے لئے مندرجہ ذیل چیزیں نہایت ضروری ہیں۔

- راست بازی :۔ جس سے آدمی کا وقار اور اعتماد بنتا ہے۔
- صدق معاملت :۔ معاشی اور سماجی زندگی کا کلیدی عنصر۔
- ایفائے عہد :۔ پر وقار زندگی کی ضمانت۔
- خود فراموشی : عظمتوں کی بلندی پر پہنچانے والا راستہ۔
- جذبۂ اخوت و ایثار کی فراوانی :۔ انسانی دلوں میں نرم گوشہ پیدا کر کے امن و سکون عطا کرنے کا نسخہ۔

مذکورہ بالا امور کی روشنی میں مسلمانوں کو اپنے کردار و عمل پر خاص توجہ دینے

کی ضرورت ہے۔ اسلام کی عظمت اور مسلمانوں کے وقار کا تحفظ اسی وقت ہوسکتا ہے جبکہ اس کے ماننے والے اعلیٰ اخلاق و کردار کے حامل ہوں۔

پیر شریعت کی روشنی میں

پیری مریدی کی اصل قرآن وحدیث سے ثابت ہے جیسا کہ صحابۂ کرام کی بیعت کا تذکرہ قرآن حکیم میں موجود ہے۔

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ المومنین — بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے
اِذ یبایِعُونکَ تحتَ الشجرۃ — جب وہ اس درخت کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے۔
(الفتح آیت ۱۸)

نیز صحابہ کرام نے جو بیعت کی رب تعالیٰ نے اسے اپنی طرف منسوب کر کے فرمایا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا — وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی
یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فوقَ اَیْدِیْھِم — سے بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ ہے۔
(الفتح آیت ۱۰)

مردوں کے علاوہ عورتوں کی بیعت کا ثبوت بھی قرآن سے ملتا ہے۔ جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے۔

یَا اَیُّھَا النبی اِذا جاءکَ المومنات — اے نبی جب تمہارے حضور مسلمان عورتیں
یُبَایِعْنَکَ (الممتحنہ آیت ۱۲) — حاضر ہوں اس پر بیعت کرنے کو۔

دین کے پیشوا اور روحانیت کے امیر کا نام پیر ہے۔ اس لئے یہ ایک ایسا منصب ہے جس کا اہل ہر کوئی نہیں ہو سکتا نیز یہ کہ یہ کوئی موروثی اور خاندانی چیز نہیں جو یکے بعد دیگرے نسلوں میں منتقل ہوتی چلی جائے۔ بلکہ اس کے لئے علمائے دین نے چند شرطیں مقرر کی ہیں جس میں وہ شرطیں پائی جائیں گی وہی عظیم انسان اس لائق ہے کہ اس کی غلامی کا پٹہ گلے کی زینت بن سکے۔ بغیر ان شرائط کا خیال کئے ہر کسی کے ہاتھ میں

ہاتھ دینا خود کو ہلاک کرنے کے برابر ہے۔

پیر میں مندرجہ ذیل شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے۔

(۱) سنی صحیح العقیدہ ہو۔ ورنہ ایمان بھی ہاتھ سے جائے گا۔

(۲) اتنا علم رکھتا ہو کہ اپنی ضرورت کے مسائل کتابوں سے نکال لے نہیں تو حلال و حرام، جائز و ناجائز کا فرق نہ کر سکے گا۔

(۳) فاسق معلن نہ کہ فاسق کی توہین واجب ہے اور پیر کی تعظیم ضروری۔

(۴) اس کا سلسلہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم تک متصل ہو ورنہ اوپر سے فیض نہ پہنچے گا

(قانون شریعت۔ صفحہ ۲۳۳ ج ۱)

ان شرائط کی روشنی میں پیر کی پہچان ضروری ہے تاکہ انھیں لوگوں کے ہاتھوں میں ہاتھ دیا جائے جو واقعتہً پیر بننے کے اہل ہیں ورنہ پھر وہی گا۔

خود تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے۔

یہ وہ اہم پہلو ہے جس کی طرف نہ توجہ دی جاتی ہے اور نہ ہی توجہ دلائی جاتی ہے جس کی وجہ سے بہت سے دلیر اور بے خوف افراد فسق و فجور کے ارتکاب کے باوجود پیری مریدی بطور پیشہ اپنائے ہوئے ہیں اس لئے اہلِ دانش حضرات کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ معاشرہ کے ناسور کی نشاندہی کرتے ہوئے عوام کو سیدھے راستے پر لگانے کی کوشش کریں۔

پردہ کی شرعی حیثیت

عورت کا معنیٰ ہی ہے "پردہ" یہ اسی وقت تک بھلی معلوم ہوتی ہے جب تک پردہ میں رہے۔ جب یہ پردہ سے باہر آجاتی ہے تو معاشرہ کو خاکستر کر دیتی ہے اسی لئے اسلام نے اسے پردہ میں رہنے کا حکم دیا ہے۔

رب تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

" اور اپنا (سنگار) بناؤ نہ دکھائیں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اور دوپٹے

اپنے گریبانوں میں ڈالے رہیں، اور اپنا سنگار ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ یا اپنے شوہروں کے باپ یا اپنے بیٹے یا شوہروں کے بیٹے یا اپنے بھائی یا اپنے بھتیجے یا اپنے بھانجے یا اپنے دین کی عورتیں یا اپنی کنیزیں یا جو اپنے ملک ہیں یا نوکر بشرطیکہ شہوت والے مرد نہ ہوں، یا وہ بچے جنہیں عورتوں کی شرم کی چیزوں کی خبر نہیں اور زمین پر پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ جانا جائے ان کا چھپا ہوا سنگار" (النور آیہ ۳۱)

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام فطری مذہب اور عمل کے اعتبار سے بہت آسان ہے۔ عورتوں کو پردہ کا جو حکم دیا گیا ہے درحقیقت اس میں کوئی دشواری اور پریشانی نہیں کیونکہ وہ لوگ جو عام طور سے گھروں میں آیا جایا کرتے ہیں یا جن سے عام حالات میں بچنا بہت مشکل ہے۔ قرآن نے خود ہی ان کو مستثنیٰ کر دیا۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ نیز وقت اور حالات کے پیش نظر مزید سہولیات کی صراحت موجود ہے مگر اسکے باوجود بھی اگر کوئی پردہ میں رہنا دشوار سمجھے یا اس میں کسی طرح کی کلفت محسوس کرے تو اسے مذہب بیزاری نہیں تو اور کیا کہیں گے۔

آج کے نام نہاد انسانی حقوق کے علمبردار اور یورپ کے اندھے مقلدین اسلام کے اس سنہری دستور حیات پر نکتہ چینی کرتے ہوئے یہاں تک کہنے میں نہیں شرماتے کہ عورتوں کو پردہ میں رکھنا ظلم ہے۔ ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے اور پردہ عورتوں کی محکومیت کی علامت ہے وغیرہ وغیرہ۔

حالانکہ انصاف و دیانت کی نظر سے دیکھا جائے تو عورتوں کو پردہ میں نہ رکھکر مردوں کے شانہ بشانہ چلانا اور مردوں کی سی ذمہ داریاں سونپنا صنف نازک پر سراسر ظلم ہے۔ عورتوں کے لئے یہ کیا کم ہے کہ وہ گھر کی چہار دیواری میں رہ کر اپنے بچوں کی پرورش اور گھر کی دیکھ بھال کریں۔ اسکے برعکس اسے سیاست، تجارت اور کھیل کود وغیرہ دیگر میدانوں میں اتارنا اس کے تقدس کو پامال کرنا ہے اور اسکی سنگینیت اس وقت اور بڑھ جاتی ہے جب اس طرف نظر جاتی ہے کہ ان کاموں کے لئے

نوجوان نسل اور قوم کے باصلاحیت افراد در بدر کی ٹھوکریں کھاتے پھر رہے ہیں۔
کیا اسی کا نام تہذیب وتمدن اور ترقی ہے؟

یورپ وامریکہ کے اس نظریۂ حیات نے معاشرہ کو جس تباہی و بربادی میں پھنسا دیا ہے اس سے حکومتیں پریشان ہیں اور وہ اپنا کنٹرول کھوتی جارہی ہیں لوگوں کا چین وسکون غارت اور عورتوں کی زندگی اجیرن بن گئی ہے۔ اور عوام وخواص ہر ایک کو شدت سے اس بات کا احساس ہوگیا ہے کہ انسانوں کا یہ خود ساختہ قانون ہمیں راحت وآرام نہیں پہنچا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ آج بڑی تیزی سے ان ممالک میں نظریاتی اختلافات پیدا ہو رہے ہیں اور امن وسکون کی متلاشی روحیں اسلام کے دامنِ رحمت میں پناہ لے کر اپنے آپ کو خوش وخرم محسوس کر رہی ہیں۔ ان حالات و واقعات اور تجربات ومشاہدات کی روشنی میں اسلام کے اصول "پردہ" پر نکتہ چینی کرنے والے اپنے گریبانوں میں جھانکیں اور دیکھیں کہ اسلام معاشرہ کو کس کس انداز سے پاک وصاف رکھنا اور دیکھنا چاہتا ہے۔

بچوں کی پیدائش کا مسئلہ

جیسا کہ گذشتہ صفحات میں بیان کیا گیا کہ صرف بچوں کی فوج تیار کرلینا کمال نہیں کمال یہ ہے کہ ان تمام کو علم وہنر اور صحیح تربیت سے آراستہ کیا جائے۔ اس مسئلہ پر اگر شرعی نقطۂ نظر سے غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اسلام پیدائش کے سلسلے کو بالکل ختم کر دینے یعنی نسبندی آپریشن وغیرہ کو سخت مذموم قرار دیتا ہے لیکن اگر زچہ بچہ کو کسی قسم کے خطرہ کا اندیشہ ہو یا انسان کی معاشی حالت اس بات کی اجازت نہ دیتی ہو کہ وہ بچوں کی کفالت کا بوجھ برداشت کر سکے تو ایسی صورت میں باہمی رضامندی سے عزل[1] کی اجازت ہے۔ اسی صورت کو پیش نظر رکھ کر

---

[1] جماع کے وقت فرج کی بجائے باہر منی نکالنا۔

علماء اسلام نے مخصوص حالات میں عارضی مانع حمل ادویہ کے استعمال کو جائز قرار دیا ہے۔ اس لئے اہل اسلام کو چاہیئے کہ شریعت کی اس سہولت سے فائدہ اٹھائیں اور اپنے آپ کو خواہ مخواہ مشقت و پریشانی میں نہ ڈالیں۔ مزید تفصیلات کے لئے علماء کرام و مفتیان عظام سے رابطہ قائم کریں۔

بچوں کی پرورش کا صحیح طریقہ

بچے انسانی نسل کی بقا کی ضمانت اور خدا کی امانت ہیں جنکی پرورش و نگہداشت والدین کی ذمہ داری ہے۔ یہ ایک ایسا فریضہ ہے جس سے بڑی محنت اور دلچسپی کے بعد ہی سبکدوش ہوا جا سکتا ہے۔ کیونکہ معاشرہ کی خوشحالی اور ترقی کا دارومدار بچوں کی عمدہ تربیت اور اچھی پرورش پر ہی ہے۔ اس لئے اسلام نے ان پھولوں کو پروان چڑھانے کے لئے والدین کی کچھ اہم ذمہ داریاں مقرر کی ہیں جن کی مختصر تفصیل ذیل میں بیان کی جاتی ہیں۔

جان کی حفاظت والدین کی سب سے پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ اپنے بچوں کی جان اور صحت، تندرستی کی پوری پوری حفاظت کریں۔ انھیں کسی بھی صورت میں اپنے بچوں کو مارنے اور تکلیف دینے کی اجازت نہیں۔

مال حلال سے پرورش والدین کی دوسری اہم ذمہ داری یہ ہے کہ اپنے بچوں کی حلال روزی سے پرورش کریں کیونکہ کھانے پینے کا بھرپور اثر آدمی کی شخصیت پر پڑتا ہے، حلال رزق دینی فکر، اچھے خیالات، ملی جذبات اور قومی خدمات کی طرف راغب کرتا ہے۔ اسکے برعکس حرام کھانا فاسد خون اور طرح طرح کے خرافات پیدا کرتا ہے۔

اچھے نام رکھنا حدیث پاک میں آیا کہ نام کا اثر ذات پر پڑتا ہے اس لئے اچھے نام رکھا کرو۔ مسلمانوں کو اپنے نونہالوں کے نام اچھے اور اسلامی

رکھنے چاہیئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نام پر نام رکھنا سب سے بہتر ہے۔ پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء مبارکہ بعدہٗ انبیاء کرام، صحابہ عظام، شہدا اور صلحا کے نام پر نام رکھے جائیں تاکہ انکی روحانیت اور بزرگی شامل حال رہے۔

علم سکھانا

والدین کی یہ بھی ایک اہم ذمہ داری ہے کہ اپنے بچوں کو علم کی دولت سے مالا مال کریں۔ قرآن پاک اور اسلام کی بنیادی تعلیم سے پہلے آراستہ کریں اسکے بعد جو بھی جائز علوم ہیں ضرورت کے مطابق انھیں سکھانے میں کوئی حرج نہیں۔

دینی رجحان اور اخلاق وکردار کی تعمیر

اس میں کوئی شک نہیں کہ بچوں کی صحیح تربیت وقت اور توجہ مانگتی ہے۔ بچے غیر شعوری طور پر اپنے گرد وپیش کا اثر قبول کرتے ہیں اس لئے ان کے اخلاق وکردار کی تعمیر سے پہلے والدین کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ اپنے اخلاق وکردار عادات واطوار اور آس پاس کے ماحول کو صاف ستھرا اور پاکیزہ بنائیں اور بچوں کی ایک ایک نقل وحرکت نوٹ کر کے مناسب حکمت عملی سے حسن اخلاق کی تعلیم دیتے رہیں۔ انسان کا بچپن تر شاخ کی مانند ہے۔ جسے جب چاہا جیسے چاہا موڑ لیا۔ خدانخواستہ اگر ابتدا ًہی وہ غلط راستہ اختیار کر لیا تو پھر سیدھے راستہ پر گامزن کرنا بہت دشوار ہو جاتا ہے۔ دس بارہ سال کی عمر تک بچوں کی خاص نگہداشت کی ضرورت ہے یہی زمانہ بننے اور بگڑنے کا ہے۔ بچوں کے ان سالوں کی اہمیت نپولین کے اس قول سے لگائیے۔ اس نے کہا تھا۔

"مجھے بچے پہلے سات سال کے لئے دے دو میں تمہیں ایک اچھی قوم دونگا"

اس لئے ان سالوں پر خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ مختصر یہ کہ بچوں کے اخلاق وکردار کی تعمیر وتشکیل اس انداز سے کی جائے کہ وہ کتابی مسلمان نہ بنکر چلتا پھرتا اسلام نظر آئے۔

شادی کا اسلامی نظریہ

مہذب سوسائیٹی اور پاکیزہ معاشرہ کے لئے شادی نہایت ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے موقع بموقع مختلف انداز میں لوگوں کو اس طرف راغب کیا اور اسکی اہمیت و فضیلت بیان کی۔

اسلام نے اس تعلق سے جو جامع دستور پیش کیا ہے وہ ہر طبقہ اور ہر گروہ کے لئے آسان اور لائقِ عمل ہے۔ ذیل میں بنیادی نکات پر سرسری روشنی ملاحظہ کریں۔

شادی سے پہلے دیکھنا

شادی سے پہلے لڑکا اور لڑکی دونوں ایک دوسرے کو ایک نظر دیکھ سکتے ہیں اسلام اس کی اجازت دیتا ہے لیکن بہت سادگی کے ساتھ اس کے لئے باقاعدہ منگنی کا اہتمام کرنا اور اس میں فضول خرچیاں اور خرافات کرنا سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔ اسلام ان امور کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔

کس عمر میں شادی کی جائے

اس سلسلے میں شریعت نے کسی کو پابند نہیں کیا ہے کہ اس عمر میں رشتۂ مناکحت میں منسلک ہو جانا ہے۔ بلکہ اس میں آدمی کو پوری پوری آزادی دی گئی ہے کہ وہ جب ضرورت محسوس کرے شادی کر سکتا ہے۔ قبل بلوغ بھی اولیاء کی اجازت سے شادی ہو سکتی ہے اور بعد بلوغ تو انسان خود مختار ہے۔ شرعی اعتبار سے یہ بھی کوئی ضروری نہیں کہ لڑکا کی عمر زیادہ ہو اور لڑکی کی کم بلکہ اس کے برعکس بھی جائز ہے۔ باہمی رضامندی اگر حاصل ہو جائے تو عمر کا تفاوت شرع میں معتبر نہیں۔ مگر اس دور میں جب کہ لوگوں کے دلوں سے خشیتِ الٰہی عنقا ہوتی جا رہی ہے۔ جنسی جذبات اور نفسانی خواہشات سے لبریز ہو کر انسان انسانیت کی سطح سے

گرتا چلا جارہا ہے، ہر چہار جانب عریانیت اور فحاشی، آرائش و زیبائش اور بے شرمی و بے حیائی کا دور دورہ ہے اس لئے ضروری ہے کہ ذمہ دار افراد اپنے جگر پاروں کو غلط راستہ اختیار کرنے سے پہلے پہلے صحیح راہ پر لگادیں تاکہ بالفرض اگر ان سے کوئی گناہ سرزد ہو تو وہ ناکردہ گناہ کے مجرم قرار نہ پائیں اس لئے بلا تاخیر اس اہم ذمہ داری سے سبکدوش ہو لینے میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔

کیسی عورت سے شادی کی جائے

اس سلسلے میں شریعت مطہرہ کا جو مزاج ہے وہ اس حدیث پاک سے بخوبی سمجھا جا سکتا ہے۔

تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِاَرْبَعٍ لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِيْنِهَا فَاظْفُرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ۔ (مشکوٰۃ شریف)

عورت سے اسکے مال۔ حسب و نسب خوبصورتی اور دینداری کی بنیاد پر شادی کی جائے تو تم دیندار سے کامیابی حاصل کرو۔

اس حدیث سے واضح طور پر سمجھ میں آتا ہے کہ شادی سے پہلے عورت کی مالی پوزیشن سامنے رکھی جائے تاکہ آگے چل کر مال و دولت کی زیادتی یا کمی کسی تنازعہ کا سبب نہ بن جائے۔ عورت کے حسب و نسب کا اعتبار کر لیا جائے تاکہ مستقبل میں کسی قسم کی تباہی نہ آنے پائے۔ عورت کا حسن و جمال بھی نگاہ میں رکھا جائے تاکہ زندگی کی گاڑی فرحت و شادمانی کے ساتھ اپنی منزل کی طرف بڑھتی رہے اور اس اہم موقع پر عورت کی دینداری سے بھی صرف نظر نہ کیا جائے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اسی کو بنیادی درجہ دیا جائے کیونکہ دیندار عورت جس خوش اسلوبی سے اس خار دار وادی سے دامن بچا کر نکل سکتی ہے۔ مغرب پرست یا ماڈرن لڑکیاں اس کے گرد راہ کو بھی نہیں پہنچ سکتی۔ اسی لئے شریعت اسلامیہ نے دیندار خواتین کو اپنانے پر برانگیختہ کیا ہے۔

کس خاندان میں شادی کی جائے

حقیقت تو یہ ہے کہ ذات پات کی تفریق اسلام میں کوئی چیز نہیں

اسلام میں جگہ جگہ اس تصور کو مٹایا گیا ہے۔ مثلاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

كُلُّكُمْ مِنْ بَنِيْ آدَمَ وَآدَمُ مِنْ تُرَابٍ۔ تم سب کے سب اولادِ آدم ہو اور آدم علیہ السلام مٹی سے ہیں۔

اسلام میں عزت وعظمت اور شرافت وکرامت کا معیار تقویٰ وطہارت اور دینداری و پرہیزگاری ہے۔ یہ خاندان، ذات پات، قبیلے اور برادریاں تو بس صرف دنیا میں اپنی شناخت باقی رکھنے کے لئے ہیں۔ فی الواقع ان چیزوں کا کوئی اعتبار نہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ (الحجرات آیت ۱۳) اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شاخوں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو، بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے

شریعت سے عدم واقفیت کی بنیاد پر آج مسلم معاشرہ کہاں سے کہاں پہنچ گیا اور کن کن رسم ورواج کا پابند ہوگیا اس کی ایک ہلکی جھلک گذشتہ صفحات میں بیان کی گئی ہے یہاں پر صرف یہ بتانا ہے کہ اس سلسلے میں شریعت کی تعلیم کیا ہے؟ مندرجہ ذیل حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ دین واخلاق کی بنیاد پر شادی کی ترغیب دی گئی ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَطَبَ إِلَيْكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِينَهُ وَخُلُقَهُ فَزَوِّجُوهُ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ۔ (مشکوٰۃ شریف) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تمہارے پاس کسی ایسے شخص کا پیغام آئے جس کا دین و اخلاق تمہیں پسند ہو تو نکاح کردو۔ اگر نہیں کروگے تو زمین میں فساد پھیل جائے گا۔

شریعت میں جو کفو کا اعتبار کیا گیا ہے وہ بس اس قدر ہے کہ مرد حسب و نسب میں اتنا کم نہ ہو جس سے عورت کے سرپرست کو شرمندگی اٹھانی پڑے۔

مہر کا مسئلہ شریعت میں مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم یعنی دو تولہ ساڑھے سات ماشہ چاندی ہے اب بازار میں اس کی جو قیمت ہو، مہر خاص عورت کا حق ہے اسکی ادائیگی شوہر کے ذمہ ضروری ہے الا یہ کہ عورت از خود معاف کر دے۔ مہر کی تعین میں اس امر کا خیال ضروری ہے کہ مہر نہ اتنا زیادہ ہو جس کی ادائیگی شوہر کے لئے دشوار ہو جائے اور نہ اتنا کم جو عورت کے لئے باعث سبکی و خفت ہو۔

حدیث پاک میں ہے

بہتر وہ مہر ہے جو آسان ہو بہار شریعت ۷/۵۵

آج کل نام و نمود یا کسی اور وجہ سے زیادہ مہر مقرر کرنے کا عام رواج ہے جو مناسب نہیں ہے۔

بارات کی حقیقت آج کل بارات کی دھوم دھام کے بغیر شادی کا تصور ہی نہیں ہوتا جبکہ کتب احادیث اور اعمال صحابہ سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں شادی کی رسم جس سادگی سے منائی جاتی تھی اس دور میں اس کا تذکرہ حیرت سے خالی نہیں۔

بارات کے انتظام و اہتمام کے پس پردہ جو فضول خرچیاں اور چند در چند پریشانیاں ہیں۔ اسلام کسی حال میں ان کی اجازت نہیں دیتا اس لئے مسلمانوں کو ان تمام خرافات سے دامن بچا کر آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو زندہ و تابندہ کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

موجودہ حالات کے پیش نظر با اثر افراد کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ اپنے اپنے علاقوں میں بارات کی کثرت پر پابندی لگائیں اور اسے دیوانوں کا ہجوم نہ بنا کر چند معززین کی ایک پاکیزہ جماعت تک ہی محدود رکھیں۔ لڑکی والے ان کے بھی باقاعدہ کھانے کا اہتمام نہ کریں بلکہ آئے ہوئے مہمانوں کی خاطر تواضع سمجھ کر صرف چائے نوشی پر ہی اکتفا کریں اس میں طرفین کے لئے جو آسانی اور خانہ آبادی ہے اسکے فوائد

پوشیدہ نہیں ۔ آج کے ماحول کے مدنظر بہت مشکل معاملہ سمجھ کر اس میں سستی نہ برتی جائے بلکہ ملتِ اسلامیہ کے سچے وفادار خلوص وللٰہیت کردار وعمل اور قول وفعل کی یکسانیت کے ساتھ میدانِ عمل میں اتریں اور اپنے سر کی آنکھوں سے حیرت انگیز کامیابی کا حسین منظر ملاحظہ کریں کیونکہ آج بھی کچھ علاقوں میں ایسا ماحول ہے جہاں کروڑپتی اور یومیہ مزدوری کرنے والوں کے یہاں شادی کا یکساں ماحول رہتا ہے۔ کوئی اجنبی انسان امیروغریب کے درمیان امتیاز ہی نہیں کر سکتا۔ اگر تمام مسلمان اپنے اپنے علاقوں میں اس قابل تقلید رسم کے پابند ہو جائیں تو مسلمانوں کی معاشی حالت پر اس کا اچھا اور خوشگوار اثر پڑ سکتا ہے۔

جہیز کی شرعی حیثیت

شمسی نہ کر دراز کبھی دستِ التجا
دو چار دن ہی جی مگر خوددار کی طرح

آج کا مروجہ جہیز جس میں ضرورت مفقود اور ریا ونمائش کا مکمل عمل دخل ہے شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ شریعت اسلامیہ نے اس مال کو لینے کی اجازت نہیں دی جو بلا وجہ دستِ طلب دراز کر کے حاصل کیا جائے اور جہیز میں یہی ہوتا ہے ہاں اگر لڑکی والے اپنی خوشی سے اپنی حیثیت کے مطابق اپنی لڑکی کی رخصتی کے وقت کچھ دیدیں تو اسے لینے میں حرج نہیں مگر اس کے باوجود بھی اس کے استعمال کا حق صرف لڑکی ہی کو ہے۔ بغیر اجازت شوہر بھی ان سامانوں کے استعمال کا مستحق نہیں چہ جائیکہ گھر کے دیگر افراد جہیز کے سامان پر اپنا حق ملکیت ثابت کریں۔ درمختار میں ہے۔

كُلُّ اَحَدٍ يَعْلَمُ اَنَّ الْجِهَازَ مِلْكُ الْمَرْاَةِ۔ ہر کوئی یہ جانتا ہے کہ جہیز عورت کی ملکیت ہے۔

مگر آج کل ہر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ جہیز کا مالک لڑکا ہے جسے وہ خوب بے دردی سے اڑاتا اور استعمال کرتا ہے۔ حالانکہ یہ سراسر حرام ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ جہیز سنت ہے اور وہ دلیل میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جہیز کو پیش کرتے ہیں یہ نظریہ بالکل غلط اور مبنی بر جہالت ہے، ورنہ وہ لوگ جو اسلامی تاریخ سے واقف ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تین صاحبزادیوں کا نکاح فرمایا مگر کسی کو جہیز دینے کی روایت نہیں ملتی۔ صرف حضرت خاتونِ جنت ہی کو کچھ سامان دینے کی روایت ہے تو ظاہر بات ہے کہ اس خصوصیت کی کوئی وجہ ضرور ہوگی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت میں تھے۔ اب جبکہ ان کی شادی کی بات ہونے لگی تو ظاہر سی بات ہے کہ ایک گھر بسانے کی نوبت آئے گی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جو کچھ دیا وہ صرف حضرت علی کی حالت کے پیشِ نظر ایک نیا گھر آباد کرنے کی نیت سے۔ یہی وجہ ہے کہ اس جہیز میں روزمرہ ہی استعمال کے سامان تھے اور کچھ نہیں۔ جیساکہ سامانِ جہیز کی مندرجہ ذیل فہرست سے ظاہر ہے۔

ایک پلنگ، دو تہائی کتان کی (گدا) دو چادر برد کی (دھاری دار کپڑے کی) ایک تکیہ، دو بازو بند چاندی کے، ایک مشک پانی بھرنے کی۔ اور دو گھڑے مٹی کے، اور چند چیزیں اسی قسم کی۔ (تواریخ حبیب الٰہ ص۵۷)

نیز تاریخ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ سامان خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیسے سے خریدے گئے تھے۔ ایسی صورت میں تو جہیز کا تصور ہی ختم ہو جاتا ہے۔

مذکورہ وضاحت سے پتہ چلا کہ اسلام میں جہیز کی کوئی اصل نہیں، یہ تو صرف ہندوانہ طرزِ زندگی سے متاثر ہونے کی علامت ہے۔

جہیز کیسے ختم کیا جائے

۱۔ جہیز لینے دینے کا تعلق حرص و ہوس اور نام و نمود سے ہے اس لئے سب سے پہلے اس بات کی کوشش کی جائے کہ لوگوں کے سامنے دنیا کی بے ثباتی اور نام و نمود کی برائی بیان کی جائے۔

۲۔ نوجوانوں کو غیرت دلائی جائے اور اس ناجائز طریقے سے مال حاصل کرنے سے باز رکھنے کی کوشش کی جائے۔

۳۔ بالخصوص عورتوں کو اس کے مضر اثرات سے آگاہ کیا جائے اور ان کے ذہن میں یہ بات بٹھانے کی کوشش کی جائے کہ اس کا شکار خود عورت ہی ہوتی ہے

۴۔ جہیز لینے دینے والوں کا سماجی بائیکاٹ کیا جائے۔

۵۔ جہیز بند کرو تحریک چلائی جائے۔ اس تحریک کے تحت گاؤں گاؤں قصبہ قصبہ شہر شہر جلسے جلوس کئے جائیں جسمیں جہیز کے ہولناک نتائج پر گفتگو ہو۔

آج کے ماحول میں بظاہر یہ بہت دشوار کام ہے لیکن اگر صدق دل و خلوص نیت اور منظم انداز سے کوشش کی جائے تو کوئی مشکل نہیں۔ کیونکہ ہر دور اور ہر زمانے میں کوئی نہ کوئی خطرناک اسکیم ضرور چلی ہے جس کے زیر اثر معاشرہ کی چولیں ہل گئی ہیں۔ مگر جب حق پرستوں نے اس کا مقابلہ کیا تو پھر ایسی ختم ہوئی کہ اب تاریخ میں اس کا نام بھی نہیں ملتا ہے۔ یہ بھی ایک خطرناک انسانیت کش تحریک ہے جس کا خاتمہ ہو سکتا ہے مگر اس کے لئے شرط یہ ہے کہ ؎

حوصلہ چاہیئے طوفانوں سے ٹکرانے کا

طلاق کا اسلامی طریقہ

نکاح سے عورت شوہر کی پابند ہو جاتی ہے اس پابندی کے اٹھا دینے کو طلاق کہتے ہیں۔ طلاق کا سب سے بہتر اسلامی طریقہ یہ ہے کہ جس طہر میں وطی

نہ کی ہو اس میں ایک طلاق رجعی دے اور چھوڑے رہے یہاں تک کہ عدت گزر جائے۔ بہار شریعت ۸/۵

پھر اس کے بعد حیض سے پاک اور طہر کا انتظار کرے اور تیسری بار بھی ایسا ہی کرے۔ اس طرح سے تقریباً تین ماہ کے بعد وہ اس پوزیشن میں پہنچے گا کہ عورت اس سے بالکلیہ طور پر جدا ہو جائے۔ اور یہ ایک لمبا عرصہ ہے جس میں بہتری کی بہت سی صورتیں نکل سکتی ہیں۔ کیونکہ طلاق عموماً غصہ اور ناراضگی کی حالت میں دی جاتی ہے اور جب یہ کیفیت جاتی رہتی ہے تو پھر پچھتانا اور افسوس کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے اسلام کے شیدائی بحالت مجبوری اسلامی طریقے پر عمل کرتے ہوئے طلاق دینے کی کوشش کریں کیونکہ اس میں سوچنے سمجھنے اور ہر پہلو پر غور و فکر کرنے کا خاصا وقت مل جاتا ہے۔

اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ جذبات میں نہ بہہ کر شرعی اصولوں کی بالادستی کا خیال کرتے ہوئے انھیں عملی زندگی میں اتار کر معاشرہ کو صاف ستھرہ اور پاکیزہ بنائیں۔ نیز اسلامی دستور کے ازلی حسن سے مخالفین کے قلوب کو مسحور کرنے کی کوشش کریں۔

موت سے متعلق اسلامی طریقہ

موت کا وقت بہت کٹھن اور دشوار ہوتا ہے اسوقت غیر شرعی اور سماجی رسم و رواج کے بجائے اسلامی طریقہ پر عمل کرنا چاہیئے تاکہ میت کے لئے آسانی ہو اور پسماندگان گنہگار ہونے سے بچ جائیں۔

جب موت کا وقت قریب آئے تو سنت یہ ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کر دیں جانکنی کی حالت میں جب تک روح گلے کو نہ آئی ہو تلقین کریں۔ یعنی ان کے پاس بلند آواز سے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

پڑھیں مگر اسے پڑھنے کا حکم نہ دیں۔ تلقین کرنے والا کوئی نیک شخص ہو۔ نزع میں سختی دیکھیں تو سورۂ یٰسین سورۂ رعد پڑھیں۔ جب روح نکل جائے تو ایک چوڑی پٹی جبڑے کے نیچے سے سر پر لیجاکر گرہ کر دیں کہ منہ کھلا نہ رہے۔ مردے کے پیٹ پر لوہا یا گیلی مٹی یا اور کوئی بھاری چیز رکھدیں کہ پیٹ پھول نہ جائے، غسل و کفن دفن میں جلدی کرنی چاہیئے کہ حدیث میں اسکی بہت تاکید آئی ہے۔ تعزیت یا ماتم پرسی سنت ہے افضل یہ ہے کہ کفن دفن کے بعد تعزیت کرے لیکن اگر میت کے گھر والے زیادہ رونا پیٹنا کر رہے ہوں تو پہلے بھی کر سکتے ہیں۔

میت کے گھر والوں کو جو کھانا بھیجا جاتا ہے یہ کھانا صرف گھر والے ہی کھائیں اور انھیں کے لائق بھیجا جائے زیادہ نہیں دوسروں کے لئے وہ کھانا کھانا منع ہے اور یہ بھی صرف پہلے دن بھیجنا سنت ہے اسکے بعد مکروہ۔

تین دن سے زیادہ سوگ جائز نہیں مگر عورت شوہر کے مرنے پر چار مہینے دس دن سوگ کرے۔ اگر کوئی مصیبت پر صبر کرے تو اسے دو ثواب ملتے ہیں ایک مصیبت کا دوسرے صبر کا۔ اور رونے پیٹنے سے دونوں جاتے رہتے ہیں [1]

میت کے ایصالِ ثواب کے لئے تیجہ، چالیسواں جائز ہے مگر ان مواقع پر زیادہ سے زیادہ قرآن خوانی، درود خوانی اور میلاد خوانی کا اہتمام کرنا چاہیئے۔ فضول خرچی اور دکھاوے کے کام سے بچا جائے اور کھانا کھلانے کا انتظام ہو تو صرف اور صرف غریبوں اور مسکینوں کو کھلایا جائے یہ انھیں کا حق ہے اور انھیں کو کھلانے سے مردے کو ثواب بھی ملتا ہے۔ مالداروں کے لئے اس کا کھانا [illegible] ہے۔

مردوں کے دائمی ثواب کے لئے ان کے نام سے صدقۂ جاریہ بہتر ہے آدمی کو اپنی حیثیت کے مطابق اپنے مرنے والوں کے نام سے زیادہ سے زیادہ صدقۂ جاریہ کے کام کرنے چاہئیں۔

---

[1] قانون شریعت ۱/۱۳۱

بنیادی طریقہ تعلیم

عام طور سے ہمارے یہاں جو طریقۂ تعلیم رائج ہے وہ بالکل غیر مفید بلکہ بعض صورتوں میں نقصان دہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ اکثر مدارس و مکاتب کا حال یہ ہے کہ بچوں کو عصری علوم سے ناآشنا رکھا جاتا ہے جسکی وجہ سے جہاں دیدہ افراد نے اپنے بچوں کو سرکاری یا نیم سرکاری اسکولوں میں بھیجنا شروع کر دیا جہاں مذہبی اور دینی تعلیم کا نام و نشان ہی نہیں۔ اس کا افسوسناک نتیجہ یہ نکلا کہ قوم کے وہ بچے جو مستقبل کے قائد اور قوم کے معمار ہوا کرتے ہیں ان کی ذہنیت اسلام سے بہت دور جا پڑی۔ عقائد و ایمان کے معاملہ میں ان کی حالت اس نرم و نازک شاخ کی سی ہو گئی جسے ہوا کا ادنیٰ سا جھونکا ہلا دیا کرتا ہے۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ ایک ایسا طریقۂ تدریس اور نصاب تعلیم مرتب کیا جائے جس میں دین کی پختگی اور عصری معلومات دونوں کی فراہمی کا بندوبست کر دیا جائے۔ بہت ممکن ہے دردمندوں کی یہ کوشش تباہی و بربادی کی طرف بڑھتے ہوئے اقدام کے لئے بند کا کام کر جائے۔

اس کے لئے ان تمام حضرات کی توجہ خاص طور سے مبذول کرانے کی ضرورت ہے جو پڑھنے پڑھانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس کی ایک آسان صورت یہ ہے کہ ہر وہ مدرسہ یا مکتب جس میں بچوں کی تعداد کم از کم تیس چالیس تک ہو جاتی ہے اس میں باقاعدہ درجہ بندی کے حساب سے تعلیم دی جائے اور پانچویں کلاس تک پہنچتے پہنچتے بچوں کو فرائض و واجبات کی اہمیت اور بنیادی اصول و ضوابط کی قدر و قیمت خوب اچھی طرح ذہن میں بٹھا دی جائے تاکہ اسکولز و کالجز میں جانے کے بعد اسلام کے تعلق سے ان کے دل و دماغ میں کوئی غلط تصور قائم نہ ہونے پائے نیز یہ کہ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے اپنے تمام فرائض وغیرہ بہتر طریقے سے انجام دے سکے۔

مسلم اسکولز و کالجز کے ذمہ داروں کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے اداروں میں اردو لازمی سبجیکٹ کی حیثیت سے بچوں کو پڑھائیں تاکہ اسکے ذریعہ سے اسلام سے قریب رہیں کیونکہ آج ہمارے دین کا تقریباً پورا سرمایہ اردو زبان میں منتقل ہو گیا ہے۔

مسلمانوں کی اس غفلت پر جتنا بھی ماتم کیا جائے وہ کم ہے کہ آج پورے ہندوستان میں مسلمانوں کے اسکول اور کالجز کی تعداد آٹے میں نمک کی مقدار سے بھی بہت کم ہے اور اگر کچھ ہیں بھی تو ان کا اسٹینڈرڈ بالکل گھٹیا اور نظم و ضبط اور تعلیم غیر معیاری۔ جسکی وجہ سے عام طور سے مسلمانوں کے اسکول ناکام ہو جاتے ہیں اور لوگ اپنے بچوں کو غیروں کے اداروں میں بھیجنے پر مجبور ہو جاتے ہیں جہاں تعلیم کے نام پر ان کی کردارکشی کا کام کیا جاتا ہے اور ان کے ذہن و دماغ میں مذہب بیزاری کی تخم ریزی کی جاتی ہے۔ اب ذرا سوچنے کی بات ہے کہ بچے جب ایسے خطرناک ماحول میں پروان چڑھیں گے تو پھر بھلا کب ان سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ دین کے غازی اور مذہب کے سپاہی بن سکتے ہیں۔

قومی ترقی اور مفید انقلاب کا یہ ایک ایسا بنیادی پہلو ہے جس پر مسلمانوں کو فوری توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ مسلمان اپنے بچوں کی تعلیم کے نام پر غیروں کو جو فیس دیتے ہیں وہی فیس اگر قومی ادارہ میں لگائیں اس کا اسٹینڈرڈ اچھا بنائیں تو اس کا سب سے پہلا فائدہ تو یہ ہوگا کہ قوم کا سر فخر سے بلند اور معیار اونچا ہوگا۔ دوسرا یہ کہ مسلمانوں کے معاشیات پر اس کا خاطر خواہ اثر پڑے گا ــــ یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ مسلمانوں کے پاس نہ تو معیاری اسکول و کالج ہے اور نہ ہی میڈیکل و ہاسپیٹل، نہ کوئی فیکٹری ہے اور نہ ہی تجارتی گراؤنڈ جسکی وجہ سے مسلمان محنت و مشقت کر کے کماتا تو ہے مگر اسکی معاشی حالت سدھر نہیں پاتی۔ کبھی وہ علاج کے نام پر غیروں کے ہاسپیٹل میں دے رہا ہے اور کبھی فیس کے نام پر غیروں کی تعلیم گاہوں میں اپنا سرمایہ جھونک رہا ہے اور کبھی کسی اور نام پر۔

اس لئے ارباب علم و دانش اور اصحاب فکر و شعور سے گزارش ہے کہ اس

پہلو پر بھی خصوصی توجہ دیں اور قومی اداروں کا معیار بلند کریں تاکہ قوم کے اندر خود اعتمادی اور احساسِ برتری پیدا ہو۔ اسی میں کامیابی ہے اور اسی کا نام زندگی ہے۔

تعلیم نسواں کی اہمیت

جس طرح سے مردوں کے لئے علم وفن سے آراستہ ہونا ضروری ہے عورتوں کے لئے بھی علم وہنر کی ضرورت کچھ کم نہیں۔ یہ بات کسے معلوم نہیں کہ ماں کی گود انسان کی سب سے پہلی تربیت گاہ ہے اگر وہی علم وہنر اور تعلیم وتربیت کی دولت سے خالی ہو تو پھر بھلا اولاد کی صحیح تربیت کہاں سے ہو سکتی ہے۔

تعلیم نسواں سے بے توجہی کے جو نتائج ہمارے سامنے ہیں وہ نہایت جاں گسل اور انسانیت کش ہیں۔ آج معاشرہ میں جو افراتفری، بے راہ روی، جرائم کی کثرت دیانت دار مخلص اور دیندار افراد کی کمی ہے اس کے پیچھے تعلیم نسواں کے فقدان کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔

اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ ایک مرد اگر علم سیکھے تو صرف ایک مرد ہی علم سے واقف ہوتا ہے لیکن اگر ایک عورت صحیح معنوں میں علم سیکھ لے تو صرف ایک عورت ہی نہیں بلکہ پورا ایک خاندان علم سیکھ لیتا ہے۔ یہ بھی ایک عام مشاہدے کی بات ہے کہ پڑھی لکھی اور دیندار عورتیں جس خوش اسلوبی سے اپنے گھر گرہستی کی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو سکتی ہیں اور اہل خانہ کو خوشی وشادمانی فراہم کر سکتی ہیں جاہل عورتیں کبھی بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔

اس لئے صالح معاشرہ کی تعمیر وتشکیل کے لئے عورتوں کی تعلیم کا معقول انتظام ضروری ہے۔ ذمہ دارانِ ملّت کو اس کی طرف خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

لڑکیوں کیلئے کیسی تعلیم ضروری ہے؟

تعلیم لڑکیوں کی ضروری تو ہے مگر
خاتونِ خانہ ہو وہ سبھا کی پری نہ ہو

لڑکیاں حسب تعلیم سے اپنے گھروں کو نمونۂ جنت بنا سکتی ہیں وہ ہے ان کی دینی و معاشرتی تعلیم اس لئے پہلے انھیں عادوم کی طرف توجہ ضروری ہے ۔

دینی تعلیم سب سے پہلے ایمان وعقیدہ سے متعلق تعلیم دی جائے تاکہ اپنے ایمان کی حفاظت کر سکے ۔ جہالت کی بنیاد پر عورتیں کثرت سے کفریات بکا کرتی ہیں ۔ بعدہٗ طہارت و پاکیزگی ، وضو و غسل ، نماز و روزہ اور حج و زکوٰۃ کے اہم اور بنیادی مسائل سے واقف کرایا جائے تاکہ اسلام کے مطالبات صحت و درستگی سے ادا کر سکے ۔

معاشرتی تعلیم الف ۔ کھانا پکانا اور سینا پرونا ۔

ب ۔ بزرگوں کا ادب اور پردہ کی تعلیم

ج ۔ شوہر کے حقوق اور اسکی اہمیت ۔ سسرال والوں سے حسن سلوک اور رواداری کے طریقے ۔

د ۔ اولاد کی پرورش اور بچوں کی دیکھ بھال کے سلیقے وغیرہ وغیرہ ۔

دردمندانِ ملت سے پرخلوص گزارش ہے کہ "تعلیم نسواں" کی شدید ضرورت کے پیش نظر اس طرف عوام کی بھرپور توجہ مبذول کرائیں اور مذکورہ خطوط کی روشنی میں بہتر سے بہتر تعلیم و تربیت کا اہتمام کرائیں ۔

مذہب اور سیاست کا رشتہ

جلال بادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

اسلام بہت ہی وسیع اور کشادہ مذہب ہے جو دین اور دنیا دونوں کی بھلائی اور کامیابی کا حسین سنگم ہے جس کا اندازہ اسلامی تعلیمات سے بآسانی لگایا جاسکتا ہے مگر اسلام دشمن طاقتوں نے مذہب اور سیاست کو الگ الگ

خانوں میں بانٹ کر دونوں کے درمیان خاصی دوری پیدا کر دی جسکے نتیجے میں مسلمانوں میں دو گروہ بن گئے ایک کی قیادت علماء اور صوفیا نے سنبھال لی اور دوسرے کی باگ ڈور عصری تعلیم یافتہ یا عام لوگوں کے ہاتھوں چلی گئی ہر گروہ نے اپنا اپنا دائرہ کار مخصوص کر لیا علماء و صوفیا نے اپنے آپ کو مدارس و مساجد اور خانقاہوں تک محدود کر کے صرف اخروی زندگی کو سنوارنے میں لگ گئے اور اہلِ سیاست بہت حد تک مذہبی اصولوں سے بے پرواہ ہوکر صرف دنیا سنوارنے میں ہمہ تن مصروف ہو گئے حالانکہ یہ دونوں طریقے افراط و تفریط کے شکار ہیں اس لئے حالات کے مدِ نظر عوام و خواص کے ذہن و دماغ سے اس غلط تصور کو مٹایا جائے کہ مذہب اور سیاست الگ الگ ہیں۔ دونوں کے مقاصد جداگانہ اور دونوں کے رہبر و رہنما الگ الگ ہیں۔ اس کی جگہ تمام مسلمانوں کے دماغ میں یہ بات نقش کالحجر کرا دی جائے کہ مذہب اور سیاست میں چولی دامن کا ساتھ ہے دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں۔ دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کر کے قوم مسلم کبھی بھی ترقی نہیں کر سکتی۔

اس تعلق کی دلیل میں اسلاف کی روشن تاریخ پیش کی جا سکتی ہے مثلاً حضرت سلیمان علیہ السلام خدا کے پیغمبر بھی تھے اور کرۂ ارض کے شہنشاہِ اعظم بھی حضرت یوسف علیہ السلام منصب نبوت پر بھی فائز تھے اور مصر کے بادشاہ بھی، خود ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء و رسل کے سردار بھی تھے اور اسلامی سلطنت کے سربراہِ اعلیٰ بھی، خلفاء راشدین میدانِ کارزار کے مجاہد اور خشیتِ الٰہی کے پیکر مجسم ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامی حکومت کے امیر و حاکم بھی تھے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز اور ماضی قریب میں محی الدین اورنگ زیب عالمگیر عابدِ شب زندہ دار بھی تھے اور بالغ نظر سیاستداں بھی۔ غرضیکہ اسلامی تاریخ مذہب و سیاست کی یکجائی اور ہم آہنگی سے روشن و تابناک ہے۔ اس لئے ایسے حالات میں جبکہ قائدین کی نااہلی کی بنیاد پر مسلمانوں کی سیاسی اہمیت بالکل صفر ہو کر رہ گئی

ہے۔ اربابِ علم ودانش اور علماء وصوفیاء کو قیادت کے رموز واسرار سے مسلح ہوکر میدانِ عمل میں اترنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ علماء کرام اپنی مومنانہ فراست سے جس انداز میں مسائل کی گتھیاں سلجھا سکتے ہیں دوسرے لوگ اسکی گرد راہ بھی نہیں پا سکتے۔

مسلمان اور قیادت

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کیلئے نیل کے ساحل سے لیکر تابخاکِ کاشغر

آج جس تیزی سے لوگ اسلام کی طرف بڑھ رہے ہیں اور اس وقت پوری دنیا میں مسلمانوں کی جتنی تعداد ہے اس سے پہلے کبھی نہیں رہی۔ مگر اسکے باوجود بھی آج مسلمان جن حالات سے دوچار ہیں ماضی میں اجتماعی طور پر کبھی ان ذلّت ورسوائی کا سامنا نہ کرنا پڑا۔ عالمی حالات سے قطع نظر خود ہندوستان میں مسلمانوں کی جو ناگفتہ بہ حالت ہے اسکی کربناکی سے دل پاش پاش ہوا جاتا ہے حالانکہ ہندوستان کو زمین کی پستیوں سے اٹھا کر آسمان کی بلندیوں تک پہنچانے میں مسلمانوں نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں اس کے اعتراف وتذکرہ کے بغیر ہندوستانی تاریخ ادھوری ہے مگر اس کے باوجود بھی مسلمانوں ہی کے ساتھ سب سے زیادہ ذلّت آمیز اور ناروا سلوک کیا جارہا ہے آخر ایسا کیوں؟

میرے خیال میں اس کی بہت بڑی وجہ با اثر قیادت کا فقدان ہے۔ بغیر مستحکم قیادت اور اجتماعی قوت کے ہندوستانی مسلمانوں کو ان کا صحیح مقام نہیں مل سکتا۔ اس کے لئے نیک نیتی، خشیت الٰہی اور یومِ حساب کا منظر نگاہوں کے سامنے رکھ کر بے لوث انداز میں میدانِ عمل میں جدوجہد اور محنت ومشقت کی ضرورت ہے۔

قائد کے اوصاف

قوم کی قیادت وسربراہی کوئی معمولی بات نہیں ہر کس و ناکس اس منصب کا اہل نہیں یہی وجہ ہے کہ ہر شخص کی قیادت کامیاب بھی نہیں ہو پاتی بلکہ اس کے لئے چند نمایاں خصوصیات کی ضرورت ہے۔ اس لئے کامیاب قائد میں مندرجہ ذیل اوصاف وشرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

صاحب ایمان وتقویٰ :- کما حقہ قیادت کی ذمہ داری وہی شخص ادا کرسکتا ہے جو ایمان وعقیدہ کا پختہ اور تقویٰ وطہارت کا آئینہ دار ہو۔ اگر انسان عملی طور پر اس کا نمونہ بن جائے تو پھر وہ گردنوں پر بھی حکومت کرسکتا ہے اور دلوں پر بھی۔

صاحبِ علم وحکمت :- علم ایک ایسا جوہر ہے جو انسان کو اپنے معاصرین میں ممتاز کرتا ہے علم ہی کی بدولت حضرت آدم علیہ السلام مسجود ملائکہ بنائے گئے اور اسی سے فکر وشعور کی گرہیں بھی کھلتی ہیں اس لئے قائد قوم کے لئے تعلیم یافتہ اور صاحبِ علم وحکمت ہونا ضروری ہے۔

نباضِ وقت وحالات :- ایک کامیاب قائد کے لئے عصر شناس اور وقت وحالات سے باخبر ہونا نہایت ضروری ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اہل قافلہ منزل کو جا پہنچیں اور اسے ہوا تک نہ لگ پائے۔

باریک بیں اور دوراندیش :- قائد اپنی قوم سے اس صفت کی بنیاد پر بہت حد تک ممتاز اور فوقیت کا حامل ہوتا ہے کیونکہ قوم کے جذبات وخیالات سطحی اور عجلت پسند ہوا کرتے ہیں مگر جو قائد ہوتا ہے وہ گرد وپیش کا گہرائی اور باریکی سے جائزہ لیکر قوم کو ایک مفید اور جامع لائحہ عمل عطا کرتا ہے۔

وسیع الفکر اور بالغ نظر :- قائد کے لئے جہاں دیدہ، تجربہ کار، وسیع الفکر اور بالغ نظر ہونا بھی ضروری ہے تاکہ وہ اپنی فکر وشعور کی وسیع وعریض دنیا

میں اپنی قوم کے حسین مستقبل کی تعمیر کرے اور جب وقت آجائے تو
اپنے خواب کو شرمندۂ تعبیر کر کے قوم کا سر فخر سے بلند کر دے نیز اپنے
تجربات ومشاہدات کی روشنی میں اہم سے اہم اور کٹھن سے کٹھن موڑ پر
قوم کی صحیح رہنمائی کا حق ادا کر سکے۔

قوت فیصلہ اور قوت انتخاب کا مالک: رہبر قوم کے لئے ان اوصاف سے متصف ہونا بھی ضروری ہے تاکہ وقت اور حالات کی نزاکت کے پیشِ نظر کوئی مستحکم رائے قائم کر کے اٹل فیصلہ کر سکے اگر قوت فیصلہ میں لچک ہوگی تو پھر قیادت کی دیوار متزلزل ہی رہے گی۔ اسی طرح قائد کے لئے قوت انتخاب کا مالک ہونا بھی ضروری ہے تاکہ اپنی قوم کے باصلاحیت افراد سے حسبِ لیاقت کام لے کر معاشرہ کو توانا و طاقتور بنا سکے۔

استقلال و ثبات قدمی:۔ قائد کے لئے مستقل مزاج اور ثابت قدم ہونا بھی ضروری ہے ورنہ تو وقت اور حالات کی معمولی معمولی گردش اسے اپنا فیصلہ تبدیل کرنے پر آمادہ کر دے گی حالانکہ ایک قائد کا فیصلہ اس کا اپنا ذاتی فیصلہ نہیں ہوتا بلکہ پوری قوم کی عزت و آبرو، عروج و زوال اور زندگی و موت کا فیصلہ ہوتا ہے اس لئے قائد کے لئے استقلال و ثبات قدمی ضروری ہے۔

عدل و انصاف کا خوگر:۔ رہبر قوم کے لئے عدل و انصاف کا اعلیٰ نمونہ ہونا بھی بہت ضروری ہے تاکہ مظلوم اور کمزور طبقہ اس پر اعتماد کر کے اپنی جانثاری و فداکاری کا ثبوت پیش کر سکے۔

ایک کامیاب قائد کے لئے ان اوصاف و خصوصیات کے علاوہ انسانیت کے قائدِ اعظم اور محسنِ اکبر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کھلی کتاب کی طرح ہے جنہیں اپنانے کا حکم بھی دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب آیت ۲۱)
بے شک تمہیں رسول اللہ کا پیرو ی بہتر ہے۔

درحقیقت کامیاب قائد وہی ہے جو اسوۂ رسول کا کامل نمونہ ہو اگر کوئی قائد سیرت نبوی کا عکس جمیل بن جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ دنیا دلوانہ وار اسکی قیادت کو تسلیم نہ کرے اور لوگ پروانہ وار اس پر جان نچھاور کرنے کو تیار نہ ہوں۔

فلاحی اداروں کا قیام

فلاحی اداروں کے تعلق سے اسلامی تعلیمات کا وہ پہلو بڑا ہی مفید اور کارآمد ہے جس میں "بیت المال" کا نظریہ پیش کیا گیا ہے، معاشی بلندی و پستی میں ان جیسے اداروں کا بہت اہم حصہ ہے، مختلف انداز سے ان کے ذریعے قوم و ملت کی ہمہ جہت خدمات انجام دی جاسکتی ہیں۔ آج پوری دنیا میں مذہب کے نام پر سب سے زیادہ سرمایہ مسلمانوں کا خرچ ہوتا ہے مگر اس کے باوجود بھی اس کا کوئی مفید نتیجہ نہیں نکلتا۔ اس لئے ایسے اداروں کے ذریعے اجتماعی طور پر سرمایہ خرچ کرنے کا انتظام کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً

۱۔ بیت المال کی رقم سے مدارس اسلامیہ چلائے جاسکتے ہیں، اسکول و کالج کھولے جاسکتے ہیں، قومی فلاح و بہبود کے لئے ٹکنیکل سینٹرز قائم کرسکتے ہیں۔
۲۔ غریب و نادار بچیوں کی شادی کرائی جاسکتی ہے۔
۳۔ غریب و نادار مریضوں کے لئے اسپتال اور دواخانے کھولے جاسکتے ہیں۔
۴۔ قومی مفاد کے پیش نظر کوئی کارخانہ یا فیکٹری کھولی جاسکتی ہے۔
۵۔ قوم کے افراد بزنس و تجارت کیلئے قرض لے سکتے ہیں۔
۶۔ ملکی فسادات کے موقعوں پر مسلمانوں کا مالی تعاون کیا جاسکتا ہے۔
۷۔ زلزلہ، قحط اور سیلاب وغیرہ سے پریشان مسلمانوں کی امداد کی جاسکتی ہے۔

مذکورہ بالا طریقہ کار اپنانے سے بہت حد تک قوم کی معاشی و اقتصادی زبوں حالی پر قابو پایا جاسکتا ہے ۔ اس لئے شہر ہو یا دیہات ہر جگہ "بیت المال" یا اس طرز کے اداروں کی شدید ضرورت ہے۔ ایثار پسند، مخلص ایماندار، جہاندیدہ اور باشعور افراد کی یہ کمیٹی علاقائی سطح پر کام کرے نیز اپنا تعلق ضلعی کمیٹی سے مربوط کرے اور ضلعی کمیٹی صوبائی و مرکزی کمیٹیوں سے منسلک ہو۔ اگر علاقائی سطح پر تھوڑے تھوڑے کام کی ابتدا ہو جائے تو یقیناً یہ کسی بڑے انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتا ہے۔ کیونکہ

چند تنکوں کی سلیقے سے اگر ترتیب ہو
بجلیوں کو بھی طوافِ آشیاں کرنا پڑے

اصلاحِ معاشرہ میں علماء کا کردار

یہ حقیقت کسے معلوم نہیں کہ جب بھی دنیا میں ظلم و زیادتی اور جبر و استبداد کی کثرت ہوئی اور معاشرہ تباہی و بربادی کے دہانے پر کھڑا ہوا تو اللہ تبارک و تعالےٰ نے انبیاء کرام کو قوموں کا ہادی اور سماج کا مصلح بنا کر بھیجا اور ان نفوس قدسیہ نے ہر طرح کی تکلیف جھیل کر لوگوں تک پیغام الٰہی پہنچانے کا فریضہ انجام دیا، آج جبکہ انبیاء کرام کی بعثت کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے، علماء کرام ہی ان کے وارث و امین ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں آیا۔

اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ   علماء انبیا کے وارث ہیں۔

اس سے پتہ چلا کہ علماء کرام اصلاحِ معاشرہ کے کلیدی عنصر ہیں، اور بھلا کیوں نہ ہوں کہ ان کے پاس علم کی وہ دولت اور فکر کی وہ طاقت ہے جس سے قوم کی تقدیر کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے وہ اپنی تحریر و تقریر، وعظ و تبلیغ، حکمت و تدبر فکر و بصیرت اور خلوص و للہیت سے مردہ قوم میں زندگی کی حرارت اور خفتہ قوم میں بیداری کی لہر دوڑا سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علماء کی درستگی پر معاشرہ کی درستگی

اور علماء کے بگاڑ پر معاشرہ کے بگاڑ کا دار و مدار ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے

صِنْفَانِ مِنْ اُمَّتِیْ اِذَا صَلُحَا صَلُحَتِ الْاُمَّۃُ وَاِذَا فَسَدَتَا فَسَدَتِ الْاُمَّۃُ اَلسُّلْطَانُ وَالْعُلَمَاءُ (مشکوٰۃ شریف)

میری امت میں دو قسم کے لوگ ایسے ہیں اگر وہ ٹھیک ہو تو امت کی حالت ٹھیک درست ہے اور اگر وہ بگڑ گئے تو پھر پوری امت خراب ہو جائیگی وہ دونوں حکمراں اور علماء ہیں۔

اس حدیث پاک کی روشنی میں علماء کرام اپنے کردار و عمل کا جائزہ لیں اور غور کریں کہ ان کا مقام کیا ہے؟ اور ان کی حیثیت کیا ہے؟ اور اس مقام و مرتبہ کے اعتبار سے ان کی ذمہ داریاں کیا کیا ہیں؟ اور ان ذمہ داریوں کو وہ کہاں تک نبھا رہے ہیں؟ اگر مکمل ذمہ داری ادا کر رہے ہیں تو پھر معاشرہ روز بروز تنزلی کا شکار کیوں؟ اور اگر اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ نہیں ہو رہے ہیں تو کیوں؟ کیا انھیں رب کے حضور حاضر نہیں ہونا ہے۔ کیا ان سے باز پرس نہ ہوگی۔۔ یقیناً ہوگی اور رب اپنا وعدہ پورا کر کے رہے گا۔

اس لئے اساطین ملّت اور علماء کرام سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ اپنے منصب کی آبرو اور یوم حساب سے چھٹکارا کی خاطر میدانِ عمل میں اتر جائیں اور قوم کی صحیح رہنمائی، روشن مستقبل اور باوقار زندگی کے لئے معاشرہ کی اصلاح و فلاح میں ہمہ تن مصروف ہو جائیں۔ رب تبارک و تعالیٰ حامی و ناصر ہے۔

اصلاح معاشرہ میں نوجوانوں کا کردار

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں ۔:۔ نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں

کسی بھی سماج یا معاشرہ میں نوجوانوں کی اہمیت سے بھلا کون انکار کر سکتا ہے سماج میں نوجوانوں کی اہمیت وہی ہے جو جسم میں ریڑھ کی ہڈی کی اگر یہ صحیح و سالم ہے تو جسم کا پورا ڈھانچہ درست ہے اور اگر اس میں کسی قسم کی کمزوری پیدا ہو جائے

تو پورا جسمانی ڈھانچہ بگڑ جاتا ہے۔ یہی حال نوجوانوں کا ہے جس قوم کے نوجوان پاکباز، نیک خصلت، چست وچالاک، ہنرمند، تعلیم یافتہ، بلند پرواز، محنتی، جفاکش فرض شناس، قومی ہمدردی کے مالک اور مذہبی اصول کے پابند ہوں گے وہ قوم کبھی پسماندگی افراتفری اور ذلت وخواری کا شکار نہیں ہو سکتی اس کے برعکس اگر نوجوانوں میں اوباشی، عیاشی، لاابالی پن، جہالت، تساہلی، خودغرضی اور مذہب سے دوری پیدا ہو جائے تو اس قوم کو شاہراہ ترقی پر گامزن کرنا ممکن نہ ہوگا۔

طلبہ! خواہ وہ دینی مدارس کے ہوں یا عصری تعلیم گاہوں کے معاشرہ میں دونوں کے مقام غیر معمولی اہم ہیں۔ عام نوجوانوں کے مقابلے میں ان کی ذمہ داریاں زیادہ ہیں۔ انھیں خود بھی دنیا والوں کے لئے نمونۂ عمل بننا ہے اور دوسروں کو بھی اپنے نقش قدم پر چلنے کی دعوت دینا ہے۔

اس لئے ملّتِ اسلامیہ کے نوجوانوں اور طلبہ کو اپنے مقام ومنصب کو پہچاننے اور اپنی شخصیت کا لوہا منوانے کی ضرورت ہے۔ نیز ایسے وقت میں جبکہ مسلم معاشرہ ذلت وخواری کے گرداب بلاخیز میں ہچکولے کھا رہا ہے۔ ملت کے غیور نوجوانوں کی ذمہ داریاں بہت بڑھ جاتی ہیں۔ اس وقت تو ان کا فرض بن جاتا ہے کہ وہ عزم جواں مجاہدانہ ولولہ اور سرفروشانہ جذبات کے ساتھ میدانِ عمل میں اتر کر قوم کی ڈگمگاتی کشتی کو ساحل نجات تک پہنچائیں۔

ماضی کی تاریخی شہادتیں بتاتی ہیں کہ نوجوان اگر چاہ لیں تو طوفان کو اپنا رخ بدلنا پڑے پہاڑوں کی بلندیاں سجدہ ریز ہو جائیں اور دریاؤں کی امواج رواں اپنا سینہ چیر دے۔

دشت تو دشت ہے دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے　　بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

نوجوان ہی کے ناقابلِ فراموش کارناموں کو خراجِ تحسین ہے — حضرت علی کی شجاعت، حضرت خالد بن ولید کی بطالت، علی اکبر کی مجاہدانہ ہمت، طارق بن زیاد کی بہادری، صلاح الدین ایوبی کا عزم وحوصلہ، موسیٰ بن نصیر کا ولولہ اور محمد بن قاسم کی

ہمت و فکری بصیرت ماضی کے نوجوانوں کی زندہ مثالیں ہیں۔

عصر حاضر کے غیور نوجوانوں! اپنی جوانی کے خون میں غیرت ایمان سے شعلہ زنی کرو اور باطل کے سینوں پر اسلام کی حقانیت کا علم نصب کردو کیونکہ ہمیں یقین کامل ہے کہ آج بھی اگر مسلم نوجوان آمادۂ عمل ہو جائیں تو ایک صالح اور عالمگیر انقلاب برپا ہو سکتا ہے۔

حوصلہ پست ہے کیوں عزم جواں پیدا کر
اٹھ زمانے میں قیامت کا سماں پیدا کر
چیر دے سینۂ گردوں میں فغاں پیدا کر
شعلۂ غم سے کوئی برق تپاں پیدا کر
خوگر تیرہ شبی صبح ازل پیدا کر
جوش دل جوش عمل جوشِ اثر پیدا کر

اصلاحِ معاشرہ میں عورتوں کا کردار

معاشرہ کی صحت و فساد میں عورتوں کا رول بھی بہت اہم ہے، عورتیں شخصیت اور معاشرہ دونوں کی معمار ہیں۔ حدیث پاک میں آیا۔

"عورتیں ریاست کا ستون ہیں اگر وہ اچھی ہیں تو ریاست بھی اچھی ہوگی اور اگر وہ خراب ہیں تو ریاست بھی خراب ہوگی۔"

اسلامی سوسائٹی کے فروغ و ارتقاء اور تحفظ و بقا میں اسلام کی مقدس خواتین کے جو کارہائے نمایاں تاریخ کے سینوں میں محفوظ ہیں ان سے صرف نظر ممکن نہیں۔ ماضی اور حال کے موازنہ سے یہ بات ابھر کر سامنے آجاتی ہے کہ صف نازک کی شکل میں لپٹا ہوا وجود اپنے آپ میں طاقت و قوت کا ایک ہمالیہ ہے۔ عورتوں کے اخلاق و اعمال اور کردار و گفتار کا بھرپور اثر سماج پر پڑتا ہے۔ یہ بتانے کی چنداں ضرورت نہیں کہ انسان کی سب سے پہلی تربیت گاہ ماں کی گود ہے۔ وہاں سے جیسی اخلاقی تربیت اور فکری بصیرت انسانی ذہن و دماغ میں منتقل ہوتی ہے وہی معاشرہ کی تعمیر و تخریب کی اساس بنتی ہے مثلاً ماضی میں جب مائیں عفت مآب، راست باز

حقوق وفرائض کی رعایت کرنے والی، قرآن کی تلاوت اور ذکر و تسبیح سے قلوب کو معطر رکھنے والی، اخلاقِ حسنہ کی پیکر اور شرم و حیا کی مجسمہ ہوا کرتی تھیں تو بچے دن کے مجاہد اور رات کے عابد ہوا کرتے تھے۔ ان کے خون میں ایمانی حرارت اور دل و دماغ میں اسلامی غیرت ہوا کرتی تھی۔ مگر جب سے ماں جہالت کی دیوی، شرم و حیا سے عاری، حقوق وفرائض سے ناواقف، ناول، افسانہ، گانا اور ٹی وی، سینما کی دلدادہ بن گئی تب سے ان کی گود میں پرورش پانے والے بچے معاشرہ کے لئے بدنما داغ ہونے لگے ہیں۔

اس موازناتی جائزہ سے پتہ چلتا ہے کہ اصلاح معاشرہ میں عورتیں بھی اہم کردار ادا کرسکتی ہیں۔ اس لئے اسلام کی عفت مآب خواتین سے گزارش ہے کہ وہ اپنے مقام و منصب، طاقت و قوت اور حیثیت کے مطابق معاشرہ کو پاکیزہ اور سماج کو خوشگوار بنانے کی کوشش کریں ــــ ان کی ذمہ داری اس جہت سے اور بڑھ جاتی ہے کہ سماج میں بہت ساری برائیاں صرف عورتوں کی اندھی عقیدت اور جاہلانہ رسم و رواج سے متاثر ہونے کی رہین منت ہیں جن کو مٹانے میں عورتیں ہی نمایاں کردار ادا کرسکتی ہیں۔ اس لئے اپنے طور پر حتی المقدور کوشش کرکے آخرت میں سرخروئی حاصل کریں۔

اصلاح معاشرہ میں اہلِ ثروت کا کردار

آج معاشرہ میں جو بے شمار برائیاں پائی جارہی ہیں ان کی درستگی میں اہلِ ثروت بھی ایک اہم رول ادا کرسکتے ہیں۔ چونکہ اصلاح و تبلیغ میں کچھ ایسے بھی مقامات آتے ہیں جہاں صرف صوفیانہ گفتگو اور نصیحت آمیز تقریروں سے کام نہیں چل سکتا۔ بلکہ وہاں پر عزم و ہمت اور دولت و ثروت کا دبدبہ بھی کام میں لینا پڑتا ہے۔ ان مواقع پر اہلِ ثروت حضرات اپنے قومی اور ملی فریضہ

کا احساس کرتے ہوئے میدانِ عمل میں اتریں اور غلط کام کے روک تھام میں مصلحین کا تعاون کریں، علم وحکمت اور طاقت وقوت جب ایک دوسرے کا تعاون کریں گے تب ہی کوئی قدم نتیجہ خیز اور مفید ثابت ہو سکتا ہے۔

گذشتہ صفحات میں مسلم معاشرہ میں پھیلی ہوئی بے شمار برائیوں میں سے چند خطرناک برائیوں کا مختصر تذکرہ ہوا۔ ساتھ ہی ان کی اصلاح کے طریقے بھی تحریر کر دیئے گئے۔ مگر دل کی یہ کراہیں اسی وقت اپنا رنگ دکھا سکتی ہیں جبکہ امّت کا ہر ایک فرد اپنی اپنی ذمّے داریوں کا احساس کرتے ہوئے پورے معاشرہ میں عملی انقلاب کی ایسی جد وجہد کرے جس سے تیرہ وتاریک ماحول بقعہ نور بن جائے اور دستورِ اسلام کی بادِ بہاری سے فضا معطر ہو اٹھے۔

اللہ ربّ العزت مسلمانانِ عالم کو قبولیت حق اور عمل صالح کی توفیق مرحمت فرمائے۔

آمین ثم آمین بجاہِ سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

دینی اور عصری علوم کا حسین سنگم

دارالعلوم غریب نواز بیکانیر (راج)

- علم و فن اور بہترین تعلیم و تربیت کا قابل رشک مرکز!
- نونہالانِ اسلام کے روشن مستقبل کا ضامن!
- حق و صداقت کا علمبردار اور ایمان و عقیدت کا پاسبان!
- اندھیری رات کے مسافروں کے لیے مشعلِ راہ!

دارالعلوم غریب نواز ایک خالص قومی ادارہ ہے جسکی بنیاد مسلمانانِ بیکانیر کے پاکیزہ جذبات اور مخلصانہ خواہشات پر رکھی گئی ہے لہٰذا اسے پروان چڑھانا اور سینچنا سنوارنا تمام جیالے مسلمانوں کا دینی و اخلاقی فریضہ ہے —— آپ اپنے اور اپنے مرحومین رشتہ داروں کے صدقۂ جاریہ کیلئے دارالعلوم کی تعلیمی و تعمیری سرگرمیوں میں حصہ لیکر ثوابِ دارین کے مستحق بنیں، اور دارالعلوم میں اپنے بچوں کا داخلہ کرواکر انکی اچھی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری کا حق ادا کریں۔

ہر کار خیر میں دارالعلوم غریب نواز بیکانیر آپکی خدمت میں حاضر ہے

پروردگارِ عالم اس ادارہ کے معاونین اور بہی خواہوں کی صحت و تندرستی، مال و دولت اور عزت و آبرو میں دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ نیز دونوں جہان میں کامیابی و کامرانی اور بھلائی و سرخروئی نصیب کرے۔ آمین۔

فقط دعاگو

عبدالمالک مصباحی (ایم۔اے۔میسور)

ناظم اعلیٰ دارالعلوم غریب نواز، سبھاش پورہ

بیکانیر (راجستھان)

Rs. 20.00